الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

جون ۲۰۱۳ء

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۳۸ شمارہ ٦	جون ۲۰۱۴ء	شعبان ۱۴۳۵ھ

مجلس ادارت

مدیرِ اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر   £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org   E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ — انسانی معاشرے کی صلاح وفلاح میں نوجوانوں کا کردار — مبارک حسین مصباحی (۳)

تحقیقات

فقہی تحقیق — زائد العرض بلاد میں مسئلہ عشا — مولانا شمس الہدیٰ مصباحی (۸)

فقہیات

آپ کے مسائل — کیا فرماتے ہیں.... — مفتی محمد نظام الدین رضوی (۱۰)

نظریات

فکر امروز — اسلامی وسعت کا استحصال — محمد عابد چشتی (۱۲)

اسلامیات

افکار — معانقۂ عیدین — مولانا محمد حسن، میلسی (۱۵)

شخصیات

انوارِ حیات — سیدنا آل احمد حضور اچھے میاں مارہروی — ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی (۱۹)

عرفانِ ذات — سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں — سید محمد اشرف قادری برکاتی (۲۲)

بزمِ خواتین

بزمِ خواتین — بیٹی اور جنت — محمد آصف اقبال (۲۸)

آئینۂ وطن

آئینۂ وطن — زعفرانی دہشت گردی اور مسلمان — مولانا ممتاز عالم مصباحی (۳۳)

بزمِ دانش

فکر ونظر — آئینِ نو اور طرزِ کہن — ساجد رضا مصباحی/مہتاب پیامی (۳۷)

ادبیات

نقد ونظر — ایصالِ ثواب کی تحقیق/ بائبل میں نقوشِ محمدی — مبصر: محمد طفیل احمد مصباحی (۴۲)

خیابانِ حرم — حمد ونعت — سعید رحمانی/تحسین عالم رضوی/ وصی مکرانی واجدی (۴۴)

مکتوبات

صدائے بازگشت — سعید رحمانی/شفیق اشرفی جلال پوری/محمد رضا حسینی/محمد آصف اقبال کراچی/محمد عابد چشتی/مفتی محمد علی قاضی (۴۵)

سرگرمیاں

رودادِ چمن — جامعہ اشرفیہ میں ختم بخاری شریف/ جامعہ اشرفیہ میں مسابقۂ حدیث (۴۹)

قرطاس وقلم — بنارس میں سرکار آسی غازی پوری سیمینار/ مدرسہ نثار العلوم میں یک روزہ سیمینار (۵۱)

خیر وخبر — دعوت اسلامی مبارک پور کا انیسواں اجتماع/ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کا قیام/ پھپھوند شریف میں عرس حافظ بخاری/ اعلان داخلہ جامعہ احسن البرکات، مارہرہ (۵۴)

اداریہ

انسانی معاشرے کی صلاح وفلاح میں نوجوانوں کا کردار

ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا کے بڑھتے جرائم کا تجزیاتی مطالعہ

مبارک حسین مصباحی

آج جب ہم اپنے گرد وپیش کو دیکھتے ہیں اور نوجوانوں کی سرگرمیوں پر ملکی اور عالمی سطح پر تجزیاتی نظر ڈالتے ہیں تو دل و دماغ غم والم سے نڈھال ہونے لگتے ہیں، ایک بچہ سادہ لوح اور اسلامی فکر و مزاج پر پیدا ہوتا ہے مگر حالات کا دباؤ اس کی سوچ وفکر کے زاویے بدل دیتا ہے اور پھر یہ انھیں حالات میں عنفوان شباب تک پہنچ جاتا ہے۔ اس قسم کے نوجوان نہ صرف اپنے لیے مضر ہوتے ہیں بلکہ اپنے خاندان، اپنے معاشرے اور اپنے ملک کے لیے ناکامی اور بدنامی کا سبب بن جاتے ہیں، بے عملی اور بدعملی کے یہ زہریلے اثرات شعوری اور غیر شعوری طور پر دنیا بھر میں پھیل جاتے ہیں اور پھر ان خطرناک جرائم کا سلسلہ جہاں در جہاں عام ہو جاتا ہے۔ اے کاش اگر ہم نے اپنے بچوں اور اپنے معاشرے کی تعلیم وتربیت اسلامی اصول اور شرعی قوانین کی روشنی میں کی ہوتی تو نہ صرف ہماری اولاد کامیاب ہوتی بلکہ ہمارا معاشرہ اور ہماری قوم وملت بھی کامیاب وسرفراز ہوتی۔ ہم ذیل میں ان دونوں رخوں پر قدرے تفصیلی گفتگو کریں گے۔

آپ ذرا سنجیدگی سے غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ آج ہمارے معاشرے، ہمارے ملک اور ہماری دنیا میں کتنی برائیاں پنپ رہی ہیں۔ آج جدید ذرائع ابلاغ نے ہمارے اچھے اور برے پیغامات کی رسائی اتنی آسان کر دی ہے کہ گھر کے بند کمرے میں بیٹھ کر ہماری اچھائیاں اور برائیاں دنیا کے ہر گوشے تک پہنچ جاتی ہیں، ہم اچھائیوں اور نیکیوں کی دعوت وتبلیغ کا ذکر بعد میں کریں گے، سر دست ہمارا موضوع سخن برائیوں اور بدکاریوں کا فروغ ہے۔ اس وقت دنیا میں ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر، سوشل میڈیا اور اخبارات ورسائل کے ذریعہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ایک بڑا حصہ برائیوں کے فروغ میں لگا ہوا ہے۔ ایک دور تھا کہ ہمیں بات پہنچانے کے لیے کبوتروں اور گھڑ سواروں کا استعمال کرنا پڑتا تھا، پھر ڈاک نظام نے ترقی کی اور اب ریڈیو، ٹی وی اور کمپیوٹر کا زمانہ ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی گوشے میں اپنی بات پہنچانا چاہیں تو آپ کو نہ کبوتروں کو تربیت دینا ہے اور نہ گھڑ سواروں کو تیار کرنا ہے، بلکہ الیکٹرانک ذرائع سے اپنا پیغام دنیا کی کسی بھی جگہ تک پہنچا سکتے ہیں۔ ایک انسان گھر کے بند کمرے میں بیٹھ کر سوشل میڈیا کا استعمال کر کے کسی بھی سوشل میڈیا کا استعمال کرنے والے سے ہم کلام ہو سکتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ سامنے والا آپ سے ہم کلام ہونے اور رابطہ رکھنے کے لیے تیار ہو۔

آج نیشنل اور انٹر نیشنل میدانوں میں بڑی بڑی کمپنیاں اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ مالوں کی خرید وفروخت اور عام لوگ محبت یا نفرت کی ترسیل کا کام کر رہے ہیں۔ اور اس رخ پر کروڑوں اربوں روپے نوجوان اور عالم لوگ برباد کر رہے ہیں۔ نوجوان خواتین ترسیل محبت کے نتیجے میں عصمتیں لٹوا رہی ہیں، بدلگامی، بدکلامی، جھوٹ اور غیبت تو عام بات ہو کر رہ گئی ہے۔ بے وقوف بنانے اور پیسہ لوٹنے کا سلسلہ بھی خوب جاری ہے۔ جن نوجوانوں کے پاس سوشل میڈیا کی سہولت نہیں ہوتی وہ کیفے میں حسب منشا چیٹنگ کرتے ہیں۔ اس گفتگو اور پیغام محبت میں نہ دین ومذہب دیکھا جاتا ہے اور نہ ملک وقوم بلکہ منظر اگر دلکش ہے تو ترسیل محبت نکاح خوانی تک پہنچ جاتی ہے۔ ۱۳/ اپریل ۲۰۱۴ء کو راقم سنی مرکز دہلی کے ایک پروگرام میں شریک ہوا، وہاں کے ذمہ داروں نے بتایا کہ اس علاقے کی دس بارہ مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ فرار ہو گئیں، نیز انھوں نے یہ بھی بتایا کہ لڑکیاں جاہل نہیں تھیں، یہ سب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں، بس کمی یہ تھی کہ پابندی سے سوشل میڈیا کا استعمال کرتی تھیں۔ ۱۹/ اپریل ۲۰۱۴ء کو راقم ناسک مہاراشٹر گیا، وہاں بھی اس قسم کی افسوس ناک خبر ملی کہ اس علاقے کی قریب ۱۵/ لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ فرار ہو گئیں۔ ان کی تاریخ بھی کچھ اسی قسم کی تھی۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، کیا اس کے پیچھے کوئی سازش ہے یا یہ سب کچھ اتفاقیہ ہو رہا ہے۔ اگر یہ سب کچھ کسی سازش کے تحت ہو رہا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس کی بنیاد تلاش کریں اور سنجیدگی سے اپنے معاشرے کی صلاح وفلاح کی طرف توجہ کریں اور اگر یہ اتفاقیہ حوادث ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے معاشرے میں اسلامی تعلیم وتربیت کو فروغ دیں اور اپنے

mubarakmisbahi12@gmail.com

ماحول میں نیک سیرت خواتین کی زندگیوں کو عام کریں، ظاہر سی بات ہے کہ اس قسم کے حادثے ملک میں دو ہی جگہ نہیں ہوئے ہوئے ہوں گے بلکہ خدا جانے کتنے علاقے اس مرض میں مبتلا ہو چکے ہوں گے۔ والدین اور اعزہ واقارب کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکیوں کی رسائی موبائل اور کمپیوٹر سے کم کریں، اگر انسان کے دل میں خشیتِ الٰہی اور محبتِ مصطفٰے ﷺ ہو تو وہ خود اس قسم کی خرافات سے پرہیز کرے گا۔

اس وقت ہمارا معاشرہ، ہمارا ملک اور ہمارا زمانہ بداعمالیوں اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہے، اس کی بہت بڑی وجہ ٹی وی اور سوشل میڈیا وغیرہ ہیں۔ فحاشی اور عریانیت عام ہے۔ عصمت دری کے دردناک واقعات سامنے آرہے ہیں، خواتین پر مظالم بھی بڑھ رہے ہیں۔ جہیز کی زیادتی بھی خوب ہو رہی ہے، جوا، سٹہ اور وقت گزاری کی وبا بھی خوب پھیل رہی ہے۔ سودی کاروبار اور عام سود کی لعنت بھی بھرپور عام ہو رہی ہے۔ زناکاری اور ہم جنس پرستی کا ماحول بھی گرم ہو رہا ہے۔

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ان جدید ذرائع ابلاغ کے فوائد بھی بہت ہیں مگر افسوس آج ان کا غلط استعمال بہت زیادہ ہو رہا ہے جس کے نتیجے میں مذکورہ چیزیں سامنے آرہی ہیں اور اسی طرح کی بے شمار برائیاں انسانی دنیا میں وبا کی طرح پھیل رہی ہیں۔ یہ ایک سچائی ہے کہ کسی بھی جمہوری ملک کے چار ستون ہوتے ہیں (۱) مقننہ (۲) عاملہ (۳) عدلیہ (۴) ”میڈیا“۔ عہدِ حاضر میں میڈیا نے اپنے ماقبل کے ستونوں پر بھی ترجیح حاصل کر لی ہے۔ آپ اپنے ملک ہندوستان ہی کو دیکھ لیجیے، اس وقت تین سو پچاس سے زیادہ ٹی وی چینل ہیں، جن میں قریب چالیس نیوز چینل ہیں، یہ میڈیا کا فروغ ہے کہ اس وقت ہندوستان دنیا کا تیسرا بڑا ٹیلی ویژن مارکیٹ بن گیا ہے۔

مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے آج ہم سوشل میڈیا تک پہنچے ہیں، فیس بک اور ٹویٹر وغیرہ نے بلاشبہ آج کے عہد کو ذرائع ابلاغ کی انتہا پر پہنچا دیا ہے، لیکن سر پیٹنے کا مقام یہ ہے کہ اس کو ہم نے نیکیوں کی دعوت کے بجائے گناہوں کی امنگیں پھیلانے کا کام زیادہ لیا ہے اور دن بہ دن اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہندوستان میں میڈیا اور انٹرنیٹ سے فحاشی اور بے حیائی کے اسباب شب و روز بڑھ رہے ہیں۔ عریانیت (پورنوگرافی) پر ہر سیکنڈ تین ہزار ڈالر سے زائد خرچ کیے جا رہے ہیں۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں میں ہر سکنڈ ۲۸/ ہزار سے زائد لوگ فحش سائٹس پر جاتے ہیں۔ اس وقت ۱۲/ فیصد سے زائد ویب سائٹس فحش مواد پر مشتمل ہیں۔ فحش ویب سائٹس کا کاروبار سالانہ ۱۳/ ملین ڈالر منافع حاصل کر رہا ہے۔ اس سے آپ ہندوستان کی بگڑتی صورتِ حال کا جائزہ لے سکتے ہیں کہ کس قدر دولت ہندوستان میں فضول خرچیوں اور سٹے بازیوں میں ضائع کی جا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ فرار ہو رہی ہیں اور زناکاری اور بدکاری کی وبا عام ہو رہی ہے۔

خاکِ ہند میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۱۲ء کی دیگر سماجی برائیوں کی تفصیل اس طرح ہے۔ تقریباً پچیس ہزار واقعاتِ عصمت دری کے درج کیے گئے ہیں، جہیز ہراسانی کی وجہ سے ہونے والی اموات آٹھ ہزار سے زائد ہیں۔ عورتوں کی اہانت کے ۹/ ہزار سے زائد واقعات درج کیے گئے ہیں، ملک بھر میں شراب کے عادی سوا چھ کروڑ سے زائد پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح سوا کروڑ کے قریب لوگ دوسری منشیات کی لت کے شکار ہیں، ملک کے بارہ کروڑ لوگ سگریٹ نوشی کے عادی ہیں۔ اسموکنگ کی وجہ سے ہونے والی اموات سالانہ ۹/ لاکھ بتائی گئی ہیں، ہم جنس پرستی کی وبا بھی ہندوستان میں تیزی سے جگہ بنا رہی ہے۔ یہ نہ صرف غیر شرعی عمل ہے بلکہ تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۳۷۷ کے تحت ایک بدترین جرم اور غیر قانونی فعل قرار دیا گیا ہے۔ یہ جرائم ہندوستانی افراد اور نوجوانوں کی بگڑتی صورتِ حال کے عکاس ہیں۔

ہم سرِ دست ذکر کریں گے سعودیہ عربیہ کا جو بات بات پر شرک و بدعت کے نعرے لگاتے ہیں اور دنیائے اسلام کو ایک غلط راہ پر لے جانا چاہتے ہیں اور اللہ عزوجل اور عظمتِ مصطفٰے ﷺ کی بارگاہوں میں گستاخیوں کا سلسلہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ یہ چیز اگرچہ عام سعودیوں میں نہیں ہے، وہاں بھی سنیت اور صوفیت کے مضبوط حلقے ہیں۔ افسوس ان میں ایک طبقہ غیر اسلامی روش پر کاربند ہے۔ وہاں کی جوان عورتوں کا حال یہ ہے کہ جب اپنے وطن سے نکلتی ہیں تو برقعے میں ملبوس رہتی ہیں لیکن ایرپورٹ میں داخل ہوتی ہیں تو اسلامی شناخت ختم کر دیتی ہیں اور دوسرے ملکوں میں داخل ہو کر انگریزوں کا لباس پہن لیتی ہیں اور ان کے ساتھ جو نوجوان ہوتے ہیں ان کی حالت بھی انتہائی بدترین ہوتی ہے۔ وہ قدم قدم پر گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور کچھ دنوں کے لیے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارا دین و مذہب کیا ہے اور اس کے بنیادی تقاضے کیا ہیں۔ خیر ان سب باتوں کی تفصیلات بیان کی جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی اور اصل موضوع کے تقاضے بھی غیر شعوری طور پر نظر انداز ہو جائیں گے۔ اس

وقت ہمارا موضوع الیکٹرانک جرائم ہیں۔

العربیہ ڈاٹ نیٹ میں ہے کہ:

دنیا بھر میں سعودی باشندے ٹیلی مواصلات کے ذرائع کو استعمال کرنے میں سب سے زیادہ بھولے بھالے ثابت ہوئے ہیں اور ان سے سال گذشتہ کے دوران الیکٹرانک جرائم کی شرح بڑھ کر انچاس فی صد ہوگئی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دنیا کے دوسرے ممالک کے شہریوں سے انٹرنیٹ پر جرائم کی شرح چھیالیس فی صد رہی تھی۔

سعودی روزنامے "الوطن" میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ ایک سال کے دوران سعودی شہریوں سے جدید مواصلاتی ٹیکنالوجی استعمال کرنے والے ٹھگوں نے دو ارب ساٹھ کروڑ ریال کی رقم اینٹھ لی ہے جب کہ دنیا بھر میں ایک سو دس ارب ڈالرز انٹرنیٹ کے ذریعے لوٹے گئے ہیں۔

اس عرصے میں الیکٹرانک ٹھگ بازی کا نشانہ بننے والے ہر سعودی سے سات سو تیس ریال اوسطاً اور دوسرے ممالک میں ہر متاثر شخص سے ایک سو ستانوے ڈالرز اوسطاً لوٹے گئے ہیں۔

سعودی عرب کی ایک پروفیسر حالہ بیلی کی ایک رپورٹ کے مطابق سماجی روابط کی ویب سائٹس استعمال کرنے والے چالیس فی صد سعودی الیکٹرانک جرائم سے متاثر ہیں جب کہ بین الاقوامی سطح پر یہ شرح انتالیس فی صد ہے۔

انھوں نے یہ بات سعودی عرب کی وزارت مواصلات کے زیر اہتمام ڈیجٹیل علوم کی ترویج کے پروگرام کے تحت طائف شہر میں ایک لیکچر کے موقع پر کہی تھی۔ انھوں نے بتایا کہ سعودی عرب کے آٹھ فی صد انٹرنیٹ صارفین کو سرقہ بازی اور شناخت کی چوری کا سامنا ہوا ہے اور بین الاقوامی سطح پر ایسے متاثر افراد کی شرح دس فی صد ہے۔

پروفیسر بیلی کا کہنا تھا کہ باون فی صد سعودی شہری اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ وائرس ان کے کمپیوٹرز کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں کمپیوٹر وائرسوں کے نقصانات سے لاعلم صارفین کی تعداد چالیس فی صد ہے۔

انھوں نے مزید انکشاف کیا کہ پینتالیس فی صد سعودی اپنے حروف شناخت (پاس ورڈز) کو استعمال نہیں کرتے یا پھر اس کو تبدیل نہیں کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں دنیا میں حروف شناخت کا استعمال نہ کرنے والے انٹرنیٹ صارفین کی تعداد چالیس فی صد ہے۔

نورٹون وائرس مخالف سوفٹ وئیر کے ایک مطالعے کے مطابق سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس یا موبائل کے ذریعے الیکٹرانک جرائم کا شکار ہونے والے سعودیوں کی شرح بیس فی صد تک بڑھ گئی ہے۔ اس کے مقابلے میں دنیا کے دوسرے ممالک میں یہ شرح اکیس فی صد ہے۔

اس مطالعے کے مطابق انتیس فی صد سعودیوں کو نامعلوم نمبروں یا اوپن لنکس یا کال کیے گئے نمبروں سے ٹیکسٹ پیغامات موصول ہوتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں اس طریقے سے جھانسے میں آنے والے انٹرنیٹ صارفین کی تعداد اکتیس فی صد ہے۔

جیسے جیسے نئی ٹیکنالوجی کی ایجادات میں تیزی آتی جارہی ہے دنیا بھر میں انٹرنیٹ صارفین کی تعداد میں روز بروز اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی جانب سے مرتب کی گئی ٹیلی کمیونی کیشن ایجنسی کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ رواں سال کے اختتام پر دنیا میں انٹرنیٹ صارفین کی تعداد تین بلین تک پہنچ جائے گی۔ عالمی سطح پر تیار کی گئی رپورٹ میں رواں سال ۲۰۱۴ کے اختتام تک انٹرنیٹ صارفین کی تعداد تین ارب تک پہنچ جانے کا بتایا گیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق دنیا بھر کے انٹرنیٹ صارفین میں سے تین چوتھائی کا تعلق دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں یورپ میں سب سے زیادہ ۷۵ فیصد انٹرنیٹ صارفین ہیں جب کہ ایشیا پیسیفک میں بھی ایک بڑی تعداد انٹرنیٹ استعمال کرتی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ لینڈ لائن ٹیلی فون استعمال کرنے والے صارفین کی تعداد میں گزشتہ چند سالوں میں کمی دیکھنے میں آئی ہے جس کی وجہ موبائل فون کے استعمال کا بڑھتا ہوا استعمال ہے۔ یورپ میں موبائل پر انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد کی تعداد ۶۴ فیصد امریکہ میں ۵۹ فیصد، عرب ممالک میں ۲۵ فیصد ایشیائی ممالک میں ۲۳ر فیصد جب کہ افریقہ میں ۱۹ر فیصد افراد موبائل انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں۔ انٹرنیشنل ٹیلی کمیونی کیشن یونین کے مطابق موبائل فون پر

انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد میں بھی رواں سال کے اختتام تک کافی حد تک اضافہ دیکھنے میں آئے گا۔ جیسے جیسے موبائل صارفین کی تعداد بڑھ رہی ہے، ویسے ہی موبائل فون انٹرنیٹ صارفین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

لندن مارکیٹنگ ریسرچ فرم "فلری" نے اپنی تازہ رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ اسمارٹ فون کے عادی افراد کی تعداد میں حیرت انگیز اضافے کی ایک بڑی وجہ موبائل فون اپلی کیشنز ہیں۔ تجزیہ کاروں کے مطابق دن میں ۶۰/ بار موبائل اپلی کیشن کھولنے والے افراد موبائل فون کے عادی پائے جاتے ہیں تاہم خواتین اس مسئلہ میں سب سے زیادہ گرفتار پائی گئیں۔ "فرلی" کے تجزیہ کاروں نے کثرت سے موبائل فون استعمال کرنے والوں کے رویے کا جائزہ اور مشاہدہ کرنے کے لیے عالمی سطح پر مشہور محقق میری میکر کی انٹرنیٹ رجحانات پر مبنی رپورٹ کے اعداد و شمار کا استعمال کیا گیا۔

گزشتہ برس کی اس تجزیاتی رپورٹ میں تحقیق کار میکر نے موبائل فون کے بڑھتے ہوئے استعمال کی نشان دہی کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ایک عام صارف ہر روز دن میں اوسطاً ۱۵۰/ بار اپنی ڈیوائس چیک کرتا ہے۔ رواں برس کی اس رپورٹ میں تجزیہ کاروں نے موبائل فونز سے منسوب سرگرمیوں کے حوالے سے ۵/ لاکھ موبائل ایپس اور ۱ء۱۳ارب موبائل فونز کے اعداد و شمار کا جائزہ لیا ہے۔

رپورٹ کے مطابق اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلے ایک سال میں موبائل فون کے عادی افراد کی تعداد میں ۱۲۳/ فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح موبائل فون کے عادی افراد کی کل تعداد ایک برس کے دوران ۱۷۶ ملین تک جا پہنچی ہے جب کہ گزشتہ برس یہ تعداد ۷۹ ملین بتائی گئی تھی۔ اوسط صارف کے لحاظ سے یہ اضافہ ۲۳ فیصد نظر آیا، اسی طرح بہت زیادہ موبائل فون استعمال کرنے والوں کی تعداد میں ۵۵/ فیصد اضافہ ہوا۔

محققین کا کہنا ہے کہ اس رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ **موبائل فون کا عادی ہونے کے امکانات خواتین میں مردوں سے زیادہ ہیں۔ اسمارٹ فون کے عادی افراد کی تعداد میں خواتین کی شرح ۵۲ فیصد رہی جب کہ ان کی نسبت مردوں میں یہ شرح ۴۸ فیصد تھی۔** تجزیہ کاروں نے موبائل فون کے عادی افراد کی عمروں کا جائزہ لینے کے بعد بتایا کہ اس رپورٹ کی تیاری میں یہ دلچسپ حقیقت سامنے آئی کہ نوجوانوں کے مقابلے میں درمیانی عمر کے افراد موبائل فون کے زیادہ عادی پائے گئے۔

آج دنیا میں بے شمار بیماریاں انٹرنیٹ کے ذریعہ پھیل رہی ہیں۔ آپ ذرا سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ صرف رقموں کا ہی نقصان نہیں ہو رہا ہے بلکہ بہت سی خرافات اور ناجائز امور ہمارے معاشرے میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے گھروں میں اسلامی ماحول کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ایک نوجوان طالب علم یا دیگر نوجوان بڑی آسانی سے اپنے بند کمروں میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جن سے والدین اور اعزہ و اقارب بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔

اے کاش ہم نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ہوتی تو آج ہمارے معاشرے کو ان تمام مصائب و آلام کا مقابلہ نہیں کرنا پڑتا۔ سچ کی جگہ جھوٹ، عدل و انصاف کی جگہ ظلم و زیادتی، شرم و حیا کی جگہ بے حیائی اور بد نظمی، نیک طینتی کی جگہ ظلم و زناکاری، اخوت و محبت کی جگہ ستم و جفا، عبادت و ریاضت کی جگہ آوارگی اور ضیاعِ وقت۔ ہم نے ان جدید ذرائع کا استعمال اتنا غلط کرنا شروع کر دیا ہے کہ انھیں لکھنے اور ظاہر کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے گھروں میں سنتِ نبوی ﷺ کو فروغ دیں۔ احکامِ الٰہی جل جلالہ کو عام کریں، سات سال کے بچوں کو نماز کی تاکید کریں اور دس برس کی عمر میں بچوں کا بستر علاحدہ کر دیں۔ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق ان کی زندگی اور بندگی کی روش طے کریں، انھیں پیار و محبت اور بلند اخلاق و کردار کا عادی بنائیں۔ جھوٹ کی جگہ سچ اور بدکرداری و بداخلاقی کی جگہ خوش اخلاقی اور بلند کرداری کو عام کریں۔ اگر ہمارے نوجوانوں میں صلاح و فلاح کے جذبات پیدا ہو جائیں تو ہمارے نوجوانوں کے چہروں پر داڑھیاں نظر آئیں۔ وہ نہ صرف خود برے کاموں سے محفوظ رہیں گے بلکہ اپنے گھر، اپنے سماج اور اپنے ماحول کو بری لعنتوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ آج ایک عالم اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔ ہمارا دشمن ہمارے کردار و عمل پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، وہ ہماری نیتوں کو بدلنا چاہتا ہے، وہ ہمارے مستقبل کو تباہ و برباد کرنے کے لیے ہمارے نوجوانوں کے دل و دماغ کو تبدیل کرنا چاہتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنے آپ کو

بدلیں اور پھر اپنے خاندان اور اہل وعیال میں خوب صورت انقلاب برپا کریں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا.

اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

آج ان جدید ذرائع ابلاغ نے نوے فیصد برائیوں کو فروغ دیا ہے اور مقامِ حیرت وافسوس یہ ہے کہ دن بہ دن ان برائیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔اس سے مسلم نوجوانوں کا نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہے۔اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان جدید ذرائع نے تبلیغ وتجارت اور دیگر امورِ خیر میں بھی اضافہ کیا ہے۔آج نیٹ کے ذریعہ دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت، احقاق حق اور ابطال باطل میں بھی اضافہ ہوا ہے۔جب کہ آج سے پہلے ان امور کو انجام دینا انتہائی مشکل تھا۔آپ مثال میں مدنی چینل اور دیگر ذرائع کو پیش کر سکتے ہیں۔اس وقت قریب ۷۵ ملکوں میں دعوتِ اسلامی کا باضابطہ کام ہو رہا ہے۔دعوتِ اسلامی نے مجددِ اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی کے افکار کو بھی بڑے سلیقے سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور یہ مبارک سلسلہ آج بھی روز افزوں ہے۔بات صرف امام احمد رضا کی نہیں بلکہ تاریخ اسلام کی سیکڑوں شخصیات کے عقائد ومعمولات کو بڑے مثبت انداز سے پیش کیا جا رہا ہے۔کراچی میں باضابطہ علمائے کرام کا ایک بورڈ ہے جو شب وروز علمی اور دعوتی انداز کی کتابوں کی تصنیف وتالیف اور ترتیب واشاعت میں لگا ہوا ہے اور بفضلہ تعالیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی باضابطہ ویب سائٹ ہے جس پر مسلمانوں کے مسائل کے جوابات دیے جاتے ہیں اور ہر ماہ پابندی سے ماہ نامہ اشرفیہ اپ لوڈ کیا جاتا ہے۔ویب سائٹ پر گزشتہ کئی سالوں کے ماہ نامے موجود ہیں، جن سے ایک عالم استفادہ کرتا ہے۔اسی ویب سائٹ پر مختلف مفید کتابیں اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا اردو، انگریزی اور عربی میں تعارف بھی موجود ہے۔یہ تو ہم نے بطور مثال پیش کیا ہے ورنہ نیٹ پر سیکڑوں اداروں اور تحریکوں کے اشاعتی، تحقیقی اور دعوتی سلسلے جاری ہیں۔

میڈیا کے توسط سے تعلیمی میدان میں بھی طلبہ کو ایسی سہولیات ملتی ہیں جن کے ذریعہ نہ جانے کتنے طلبہ کو گھر بیٹھے اپنے خوابوں کو پورا کرنے کا موقع ملتا ہے، سوشل میڈیا کا کمال یہ ہے کہ دنیا کی تقریباً ۳۰۰ یونیورسٹیوں کے آن لائن کورس بہت کم خرچ میں اور کم وقت میں کرائے جا رہے ہیں اور ڈگریاں تفویض کی جا رہی ہیں۔سوشل میڈیا کے ذریعہ اپنے ہی میدان کے لوگوں سے جڑ کر مفید معلومات، مشورے اور ڈسکس وغیرہ بھی کیے جا رہے ہیں۔نیٹ ورکنگ کا ایک بڑا فائدہ صحت وعلاج بھی ہے۔آج مغربی ممالک میں بیٹھے ڈاکٹرس دوسرے ملکوں میں موجود مریضوں کا علاج بھی کر رہے ہیں۔خود ہندوستان کے مریضوں کو غیر ملکی ڈاکٹرس دیکھ رہے ہیں بلکہ آپریشن وغیرہ بھی کر رہے ہیں۔

حاصلِ گفتگو یہی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اعضا عطا فرمائے ہیں، یہ انسان کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ اگر چاہے تو ان کا غلط استعمال بھی کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو ان سے اچھے کام بھی لے سکتا ہے۔اسی طرح جدید سائنس نے بہت سی اچھی چیزیں ایجاد کی ہیں، اگر ان میں کوئی ممانعت نہیں ہے یا اگر ہے تو ان میں کسی حد تک جواز کے راستے موجود ہیں تو ان کا جائز استعمال کرنا چاہیے، مگر افسوس یہ ہے کہ نہ صرف ہم ان کا غلط استعمال کرتے ہیں بلکہ دنیا میں غیر شرعی امور پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو ہدایت وسنیت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ان حالات کے پیشِ نظر ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اصلاح بھی کریں اور ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اسلام وشریعت کے سانچے میں ڈھالیں خاص طور پر بچیوں کی نقل وحرکت پر تیز نظر رکھیں۔نوجوانی میں بچیاں آزاد فکر ہوتی ہیں، وہ اچھے برے میں فرق نہیں کر پاتیں۔اے کاش ہم آج اپنی بچیوں کو کالجز اور یونیورسٹیوں کے بجائے دینی مدارس میں داخل کرائیں اور ہو سکے تو دعوتِ اسلامی اور سنی دعوتِ اسلامی کے ماحول سے وابستہ کریں۔اس طرح نہ صرف یہ کہ ہماری بچیاں اصلاح قبول کریں گی بلکہ آنے والے دنوں میں ایک خوب صورت اور صالح معاشرہ وجود میں آئے گا۔ایک ماں اور بہن کی حیثیت سے معاشرے کی صلاح وفلاح میں صالح انقلاب لا سکتی ہیں۔اپنے خاندان اور مسلم معاشرے کو کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالیں، اگر ایسا ہو گیا تو ہمارا معاشرہ انتہائی خوب صورتی سے صلاح وفلاح کا نمونہ بن جائے گا۔آج بہت سی تحریکیں اور ادارے اسی دعوت ودعوت وتبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں، اللہ تعالیٰ ان اداروں اور تحریکوں کو شب وروز ترقی عطا فرمائے۔آمین۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا شباب جس کا ہو بے داغ ضرب ہو کاری

☆☆☆☆

زائد العرض بلاد میں مسئلہ عشاء

شمس الہدیٰ مصباحی

احناف کے نزدیک قولِ معتمد مفتیٰ بہ یہ ہے کہ جب شفق ابیض غروب ہو جائے تب وقتِ عشا کا آغاز ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سورج افق سے اٹھارہ درجہ نیچے چلا جائے۔ یہی جمہور منجمین وفقہائے فلکین کا موقف ہے، حتیٰ کہ اسی پر اجماع کا قول کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”جمہور متاخرینِ اہلِ ہیئت قدیمہ و جدیدہ کا اس پر اجماع ہے۔“ (تاج التوقیت قلمی، ص:۱۱)

نیز دیگر مکاتبِ فکر کے اربابِ حل و عقد نے بھی اجماع کی تصریح کی ہے۔ سائنس داں حضرات بھی اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ قدرے تفصیل سے اس کا ذکر ہوا۔ گو کہ کچھ کم و بیش ڈگری کا قول بھی ہے، مگر ضعیف و مرجوح ہے۔

ائمۂ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک غروبِ شفق احمر پر وقتِ عشا شروع ہو جاتا ہے، یعنی جب آفتاب افق سے ۱۲ ڈگری نیچے پہنچتا ہے، پس یہاں یو.کے. وغیرہ بلاد میں تقریباً ۸ ماہ تک مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نمازِ عشا ادا کرنے میں کوئی دشواری، کسی قسم کا حرج و مشقت در پیش نہیں، لہٰذا ہم حنفیوں کا اسی پر عمل کرنا لازم و ضروری ہے، اس کے سوا پر عمل ہرگز روا نہیں۔

اور جن دنوں میں شفقِ ابیض کافی تاخیر سے غائب ہوتی ہے، یا وقتِ عشا بہت کم مل پاتا ہے تو حرج و مشقت کے سبب مذہبِ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ پر عشا ادا کرنے کی اجازت ہے۔ ہمارے کثیر علمائے احناف نے ان مشکلات میں اسی قول کو اختیار فرمایا، بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ”علیه الفتویٰ“ ”هو المذهب“

(در مختار، رد المحتار ۱/۲۴۱، نور الایضاح، وغیرہ)

فقیہ الہند مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”بضرورت اس خادم نے بھی ہالینڈ کے ایک استفتا کے جواب میں ان دیار کے ایام میں صاحبین کے اس قول پر فتویٰ دیا ہے۔ رہا فجر کا معاملہ تو یہ ان دیار کے لیے بالکل واضح ہے کہ اس کا وقت صبح صادق کے طلوع سے ہے، چاہے سورج ۱۸ ڈگری زیرِ افق پہنچے یا نہ پہنچے اور فجر کے لیے جو ۱۸ درجہ کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج ۱۸ درجے سے زائد نیچے ہوگا تو صبح صادق طلوع نہ کرے گی۔

(فتاویٰ شارح بخاری قلمی ملخصاً، جلد:۴)

اور جب ابیض بالکل غائب نہ ہو اور احمر بہت دیر میں غائب ہو کہ باعثِ دقت و مشقت ہو یا یہ بھی غائب نہ ہو تو بوجہِ تعامل، مذہب امام مالک اور قولِ جدید امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی بنا پر بعد نمازِ مغرب اور نصف شب سے قبل جب بھی عشا ادا کرلیں ہم منع نہیں کرتے کہ کہیں ”أرءيت الذي ينهى عبداً إذا صلىٰ“ (سورۃ العلق) کی وعید میں داخل نہ ہو جائیں اور انسب یہ کہ جمع بین الصلاتین صورۃً نہ رہے۔

(۱)- مجددِ اعظم امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

أقول وأيضًا من مذهب الإمام مالك رضى الله تعالىٰ عنه ان وقت المغرب قدر خمس ركعات ثم العشاء فبقاء الشفق لا يضر. (جد الممتار ۲/۴۹)

وقال الشافعي رحمه الله تعالىٰ في الجديد: للمغرب وقت واحد ينقضي بمضي قدر وضوء وستر عورة وأذان و اقامة وخمس ركعات.

(التعليق المجلي للمحدث الفقيه السورتي، ص:۲۰۱۲، المنهاج في الفقه الشافعي ۱/۲۲۷)

پھر اس دورِ پرفتن اور بے عملی کی گھما گھمی میں کہ لوگ ادا سے کوسوں دور تو ان سے قضا کی کیا توقع رکھی جائے، لہٰذا اگر وہ ایسی مشکل میں مذہب مالک و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ پر عمل کریں تو منع نہ کریں جیسا کہ بہت سے مسئلوں میں دیگر مجتہدین کے قول پر فتویٰ و عمل دیا، کیا جا

رہا ہے، مثلاً مسئلہ مفقودۃ الزوج اور مسئلہ مزارعت وغیرہ۔

جب کہ ہمارے قدیم فقہائے احناف کے اس سلسلہ میں دو موقف ہیں۔

(۱) سیف السنۃ علامہ بقالی، امام حلوانی، امام مرغینانی، شرنبلالی، حلبی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ عدم سبب وجوب کی بنا پر عشا کا فریضہ ذمہ آیا ہی نہیں۔

(۲) شیخ برہان الدین کبیر، امام کمال الدین ابنِ ہمام، صاحبِ تنویر، صاحبِ مجمع الانہر اور ابن شحنہ، محقق ابن امیر حاج، محقق قاسم وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے عشا کا فریضہ لازم قرار دیا اور بغیر نیت قضا کے پڑھنے کا قول کیا ہے، اور یہ دونوں قول مصحح ہیں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ادا بہ نیت قضا اور بالعکس دونوں طریقہ درست ہے۔ جیسا کہ کتبِ اصول میں مصرح ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بطور قضا پڑھے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) صحیفۂ مجلسِ شرعی ہند میں کثیر مفتیانِ کرام کا متفقہ فیصلہ محررہ شعبان ۱۴۲۵ھ یہ ہے کہ "مذہب صاحبین پر بھی عمل نہ ہو سکے تو لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، فتنہ و انتشار نہ ہونے دیا جائے۔

لأن هنا قولاً آخر مصححاً لمشايخنا وهو عدم وجوب العشاء في تلك الأيام فعلى ذٰلك القول لا يجب عليهم الأداء ولا القضاء وما صلوا يكون صلاة وعبادة غير واجبة عليهم ولا ينبغي منعهم عنها اهـ.

اور کتاب "احسن التقویم" کے عجائبات شمار کیے جائیں تو اس موضوع پر مستقل کتاب تیار ہو جائے، سرِ دست ایک دو پیشِ خدمت ہیں۔ کتاب کے ص:۷۰۴ پر عنوان ہے: "فتح القدیر سے تصدیق: وقت مغرب مغیب شفق احمر تک ہے"

اور محقق ابنِ ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت دلیل کے طور پر پیش کی وہ سراسر ان کے مدعی کے خلاف ہے اور صاف صاف اس سے ظاہر ہے کہ وقت مغرب شفق ابیض کے غروب تک ہے

"وأن آخر وقتها حين يغيب الأفق"

اور اہلِ علم و فن پر مخفی نہیں کہ مغیبِ افق کب ہوتا ہے۔ ایسے ہی موقع پر عرب کہتے ہیں:

"على اهلها تجني براقش"

اپنے اہل ہی پر براقش تباہی لاتی ہے۔

یوں ہی ص:۲۳۶ سے کئی صفحات تک تفسیر کبیر، تفسیر بحر محیط وغیرہ کے تفصیلی حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں اور دعویٰ ہے کہ ختم وقت سحری انتشار صبح صادق پر ہے اور دلیل میں:

"القدر من البياض الذى يحرم هو أول الصبح الصادق و أول الصبح الصادق لا يكون منتشراً."

(تفسیر کبیر ۱۱۸/۵)

ترجمہ: روزہ دار کو اول صبح صادق سے کھانا حرام ہے اور اس وقت صبح صادق منتشر نہیں ہوتی۔

فبطلوع اوله فى الأفق يجب الامساك هذا مذهب الجمهور وبه اخذ الناس ومضت عليه الأعصار والامصار. (تفسير البحر المحيط، ۲/۲۱۶)

ترجمہ: افق پر اول طلوع صبح سے سحری ختم کرنا واجب ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور لوگوں کا عرصہ سے عام بلاد میں اسی پر عمل ہے۔

(اگرچہ امام احمد رضا قدس سرہ نے طلوع اور انتشار کو بندوں کے اعتبار سے ایک ہی مانا ہے۔ دیکھیے جد الممتار حاشیہ شامی باب الاذان)

قارئینِ کرام خود فیصلہ کریں کہ یہ کیا اس لطیفہ کی طرح نہیں ہے کہ دو بہرے دوستوں کے ملاقات کرنے پر ایک نے دوسرے کو سلام کیا، دوسرے نے جواب دیا: بینگن توڑ رہا ہوں۔ خیریت دریافت کی "بال بچے بخیر ہیں؟" جواب ملا سب کو بھون کر کھاؤں گا"۔ جمہور کی روش سے انحراف کا یہی کچھ نتیجہ ہوتا ہے پس مسئلہ جمہور کی طرف رجوع کی دعوتِ اخلاص ہے۔

☆☆☆☆

ممبئی میں

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

مولانا محمد شرف الدین صاحب

نئی سنی مسجد، گھڑپ دیو، ممبئی: ۲۳

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

بھیل واڑہ کی مسجد سے متعلق ایک ضروری مسئلہ

موضع پور ضلع بھیلواڑہ سے کوئی ساڑھے تین کلو میٹر کے فاصلے پر تین پہاڑیاں واقع ہیں جنھیں ”ترنگا پہاڑی“ کہا جاتا ہے۔ یہ پہاڑیاں اور ان کے آس پاس کی زمینیں جو ۳۵ر کلو میٹر کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ حکومتِ ہند سے ”جندل سا لمیٹیڈ“ کمپنی نے ۱۹۶۷ء میں لیز پر لے لی تھیں۔ اور اب کمپنی ان پہاڑیوں کو توڑ کر ان سے لوہا نکالنے کا کام شروع کر چکی ہے۔ اس کا یہ کام عرصۂ دراز تک چلتا رہے گا۔ انھیں پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی پر جانبِ مغرب ایک پرانی دیوار مختصر زمین پر واقع تھی جو وقف بورڈ میں قلندری مسجد کے نام سے درج ہے۔ اس دیوار کے چاروں طرف دور دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ سب سے قریبی آبادی موضع پور کی ہے اور اس موضع کے مسلم محلے سے قلندری مسجد کی دوری چار کلو میٹر ہے۔ شمال مغرب میں کوئی ۱۵ر کلو میٹر کے فاصلے پر ایک قصبہ مانڈل واقع ہے اور اس سے پہلے کوئی پانچ کلو میٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں دھول کھیڑا ہے جو مسلم، غیر مسلم کی مخلوط آبادی ہے۔ ان پہاڑیوں کے ارد گرد چوں کہ ۳۵ر کلو میٹر کے رقبہ پر جندل کمپنی کا قبضہ ہے اس لیے مستقبل میں ایک عرصۂ دراز تک وہاں کوئی آبادی بسنے کی توقع بھی نہیں ہے۔ اور اب کمپنی نے کئی جگہوں پر بیریر قائم کر کے عام لوگوں کے وہاں جانے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اگر کسی ضرورت سے کوئی جانا چاہے تو وہاں کے افسر سے اسپیشل اجازت لینی پڑتی ہے، یہی حال واپسی کا بھی ہے۔ خود کمپنی کے مزدور بھی یہاں نہیں رہتے، وہ شام ہوتے ہی اپنے گھر واپس ہو جاتے ہیں اور خود یہ دیوار (قلندری مسجد) سطح زمین سے کافی بلند ہے اور چڑھتے چڑھتے سانس پھولنے لگتا ہے۔ اس دیوار کا بانی کون ہے معلوم نہیں، بہت بوڑھے لوگ بھی اس تعلق سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر سوال یہ ہے کہ وہ دیوار شرعی نقطۂ نظر سے مسجد ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال میں ترنگا پہاڑی اور اس کے گرد و پیش کا جو حال درج ہے وہ ہماری تفتیش کے مطابق صحیح ہے۔ راقم الحروف نے پہاڑی پر چڑھ کر قلندری مسجد کی دیوار اور زمین کا مشاہدہ کیا، یہ دیوار ویران پہاڑی پر اس کی چوٹی کے قریب واقع ہے، خود وہ زمین بھی ویران پڑی ہوئی ہے، اگر کبھی کسی مسلمان کا ادھر سے گزر ہو بھی تو اس کے سطح زمین سے کافی بلندی پر واقع ہونے نیز مسجد کی واضح شناخت نہ ہونے کے باعث وہ اوپر جانے کے بجائے نیچے ہی نماز پڑھ کر آگے بڑھ جائے گا، یوں اُدھر سے دوسری آبادی میں جانے کے لیے کوئی قدیم راستہ بھی نظر نہیں آیا اور اب کمپنی اپنی سہولت کے لیے راستہ بنا رہی ہے، مگر روک لگا کر وہاں تک عام آدمی کے پہنچنے کو دشوار تر کر دیا ہے۔ بغیر کسی افسر کی خصوصی اجازت کے پولیس وہاں سے آگے نہیں بڑھنے دیتی ہے۔ پہاڑی کی بلندی سے میں نے ہر چہار سو نظر دوڑائی مگر حدِ نظر تک کوئی آبادی نظر نہیں آئی، تو نہ وہاں آس پاس میں مسلم آبادی ہے، نہ مستقبل میں عرصۂ دراز تک وہاں مسلم آبادی ہونے کی توقع ہے، نہ ہی ادھر عام مسلمانوں کی گزر گاہ ہے، اس لیے وہاں مسجد کی حاجت نہیں اور صورتِ مسئولہ میں وہ دیوار اور رقبۂ زمین مسجدِ شرعی نہیں کیوں کہ مسجد شرعی کو ویران رکھنا حرام ہے اور یہ ایسی جگہ ہے جو پہلے ہی سے ویران ہے اور آئندہ بھی اس کے آباد ہونے کا ظن غالب نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ.

اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدیں نماز و عبادت کے ذریعہ آبادی کا تقاضا کرتی ہیں، اسی لیے مسجد ایسی جگہ بنائی جاتی ہے جہاں آباد ہو سکے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

رَجُلٌ بَنٰی مَسْجِداً فِي مَفَازَةٍ بحیثُ لا یسکنُها احدٌ و قلّ ما یمرّ بهٖ انسانٌ لم یصر مسجداً لعدم الحاجة إلیٰ صیرورتهٖ مسجداً، کذا فی الغرائب اھ.

(الفتاویٰ الهندیه، ص: ۳۲۰، ج: ۵، الباب الخامس، فی آداب المساجد)

فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کی ایک مسجد کے بارے میں ہے:

"جب کہ یہ صحیح ہو کہ وہ جگہ آباد نہیں ہو سکتی اور وہ مسجد کام میں بھی نہ آئے گی تو وہ مسجد نہ ہوئی، اینٹوں اور روپے کو دوسری مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے: رجل فی مفازۃ الخ۔"

(فتاویٰ رضویہ، ص:۸۷۴، ج:۶، سنی دارالاشاعت)

خلاصہ یہ کہ وہ جگہ صورتِ مسئولہ میں شرعًا مسجد نہیں، ہاں مسلمانوں کی مقبوضہ ہے، لہٰذا مسلمان اسے کسی بھی تصرف میں لا سکتے ہیں اور اس طرح کی زمین میں کوئی بھی تصرف کرنے کے لیے اپنے علماے دین سے پہلے اجازت ضرور حاصل کریں اور اگر قاضیِ اسلام ہوں تو ان کی۔ خود عوام کو اپنے طور پر کوئی تصرف نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی شرعی امور کو اپنے اختیار میں لینا چاہیے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خلافت کا مفہوم اور اس کی فضیلت واہمیت

مرشدانِ کرام میں خلافت کا جو طریقہ رائج ہے، اس کا شرعی مفہوم کیا ہے اور اس کی فضیلت واہمیت کیا ہے؟

الجواب

خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے نیابت اور خلیفہ کا معنیٰ ہے نائب۔ اس کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہو تو معنیٰ ہوگا، اللہ کی نیابت، اللہ کا نائب اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو تو معنیٰ ہوگا رسول اللہ کی نیابت، رسول اللہ کا نائب۔

انبیاے کرام، اللہ عزوجل کے نائب ہوتے ہیں تو وہ خلیفۃ اللہ ہوئے اور سید الانبیا جناب محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اکبر ہوئے اور آپ کے نائبین، خلفاے راشدین ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یہ خلافتِ کبریٰ ہے، اس میں امت کے دینی، دنیوی تمام امور کا نظم ونسق شامل ہوتا ہے۔

مشائخ و مرشدانِ کرام کی خلافت کا تعلق دینی امور میں ہدایت و ارشاد سے ہوتا ہے، وہ حضرات اپنے مریدین سے جسے اس لائق سمجھتے ہیں کہ وہ خلقِ خدا کی صحیح رہ نمائی کر سکتا ہے، اسے اپنا خلیفہ بناتے اور بیعت کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اسی خلافت کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں:

یہ معنیٰ صرف منصبِ دینی ہے اور اس میں تعددِ خلفا بے انتہا جائز اور واقع ہے۔ حضور سیدِ عالم مرشدِ کل محمد مصطفیٰ ﷺ کے سب صحابۂ کرام اس معنیٰ کے لحاظ سے حضور کے خلفا تھے اور اسی خلافت کو وراثتِ انبیا سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس معنیٰ کے لحاظ سے علماے دین و مشائخ کاملین قیامت تک حضور ﷺ کے نائبین و خلفا ہیں۔ (نقاء السلافہ، ص:۲۰)

فضیلت: جو شخص کسی مرشد کا خلیفہ ہو اور اس کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو تو وہ اپنے مشائخ کے واسطے سے حضور ﷺ کا نائب و خلیفہ ہو جاتا ہے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے فیوض وبرکات کا چشمہ اس کے مشائخ کے واسطے سے خود اس کی ذات سے بھی بہنے لگتا ہے، یہاں تک کہ جو مسلمان اس کے ہاتھ پر بیعت ہو اس کا سلسلہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام تک متصل ہو جاتا ہے، بلکہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے واسطے سے وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ بیعتِ سالکین ہے اور یہی مقصودِ مشائخ و مرشدین ہے۔ یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے، یہی حضور اقدس ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لی۔ جیسا سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری پر خوشی و ناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحبِ حکم میں چوں چرا نہ کریں گے۔ (فتاویٰ افریقہ، ص:۱۳۵)

مرشد کیسا ہو: جس مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے یہ درجہ حاصل ہوتا ہے اس کے لیے چار شرطیں ہیں:

(۱)- اس کا سلسلہ حضور ﷺ تک صحیح طور پر متصل ہو، کہیں سے منقطع نہ ہو، اس کے لیے مرشد کامل سے اجازت و خلافت بھی حاصل ہونا ضروری ہے۔ (۲)- مرشد سنی صحیح العقیدہ ہو کہ بدمذہب، گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ ﷺ تک۔ (۳)- عالم ہو۔ (۴) فاسق معلن نہ ہو۔

پہلی شرط کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بعض لوگ بلا بیعت محض بزعمِ وراثت اپنے باپ دادے کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں، یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں، یا سلسلہ ہی وہ کہ قطع کر دیا گیا، اس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہِ ہوس اس میں اذنِ خلافت دیتے چلے آتے ہیں۔

ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز (بارگاہ رسالت سے) اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔ (فتاویٰ افریقہ، ص:۱۳۲)

جس مرشد میں یہ چاروں اوصاف پائے جائیں وہی مرشد کامل ہوتا ہے اور اسی کا خلیفہ بافیض ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ☆☆

فکر امروز

اسلامی وسعت کا استحصال

محمد عابد چشتی

اسلامی وسعت کا غلط استعمال کرنے والوں کی سخت تردید اور صحیح صورتِ حال کی نشان دہی

جس دور سے گزر رہے ہیں اگر اسے دور استحصال کہا جائے تو شاید یہ غیر مناسب نہیں ہوگا کیوں کہ یہاں زندگی کے ہر شعبہ میں مختلف جہت اور طریقوں سے استحصال کا گورکھ دھندہ کہیں خفیہ اور حکمت عملی کے ساتھ تو کہیں کھلم کھلا جاری ہے اور اب استحصال کی صورتوں میں اس قدر تنوع ہوگیا ہے کہ اس کا احاطہ ممکن ہی نہیں ہے اور احاطہ کا امکان بھی کیسے ہوسکتا ہے جب کہ آئے دن استحصال کا نئی اور عجیب عجیب شکل میں پنر جنم (rebirth) ہورہا ہے، فی الحال ہمارے سماج میں اس تعلق سے زیادہ تر جو الفاظ سننے میں آتے ہیں وہ یہ ہیں ”عورتوں کا استحصال، بچوں کا استحصال، غریبوں کا استحصال، مزدورں کا استحصال“ وغیرہ مگر ہم کچھ مشاہدات کے نتیجہ میں استحصال کی ایک بالکل نئی صورت دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جس کا سلسلہ تو بہت طویل ہے مگر ابھی تک کسی نے اسے عنوان نہیں دیا تھا یعنی ”اسلامی وسعت کا استحصال“ آنے والے سطور میں ہم اسی استحصال کا تعارف مختصر تبصرہ کے ساتھ قارئین تک پہنچانے جارہے ہیں !

اسلام ایک وسیع مذہب ہے جس کے اندر زندگی کے ہر لمحہ کی رہنمائی کے اصول موجود ہیں، انجماد کے بجائے مسلسل ارتقا کی طرف گامزن ہے بدلتے حالات، رجحانات اور تبدیل ہوتی ضرورتوں کے لحاظ سے اسلام کا برابر رہنمائی کرنا اس کی وسعت کا پتہ دیتا ہے اور یہی چیز اس کی اشاعت میں زبردست تعاون کر رہی ہے ورنہ اکیسویں صدی تک آتے آتے یہ کب کا دم توڑ چکا ہوتا جیسا کہ دیگر مذاہب اپنے تنگ اصولوں کی بنیاد پر آج کے موڈرن دور میں آخری سانسیں لے رہے ہیں اور صرف چند لوگوں کی غیر فطری کوششوں کے بل بوتے کسی طرح اپنے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہیں، برخلاف اسلام کے کہ وہ اپنی صداقت، تعلیمات اور اصول زندگی میں فطرت کے موافق زبردست وسعت رکھنے کی بنیاد پر دن بدن پھیلتا ہی جارہا ہے، اسلامی وسعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نہ صرف اپنے ماننے والوں کے حقوق تحفظ اور عزت واحترام کی بات کرتا ہے بلکہ اس سے اوپر اٹھ کر ہر انسان کے لیے اس نے حقوق وتحفظ اور اخلاقی روابط کی بات کی ہے اسلام کے معتمد ماخذوں کے مطالعہ سے بخوبی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے اور اس حوالہ سے مفکرین نے بہت کچھ لکھا اور اسلام کی وسعت پسندی کو حیات نبوی اور دیگر پہلوؤں سے اچھے انداز میں پیش بھی کیا ہے، مگر جس طرح ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے اسی طرح اب ہر چیز کا استحصال بھی کسی نہ کسی صورت میں کیا جاسکتا ہے اسلام کی وسعت پسندی کے نظریہ کا بھی بڑی چالاکی سے استحصال کیا گیا اور کیا جارہا ہے اور یہ استحصال کرنے والے کوئی اسلام کے مخالف، متعصب اور عناد رکھنے والے نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو خود کو مسلم سمجھتے، یقین کرتے اور لکھتے بھی ہیں فی الحال جنھیں دو طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ان میں ایک طبقہ ان مسلمانوں کا ہے جنکی زندگی پر مغربی کلچر کا اثر نمایاں ہے دنیا طلبی جن کا مقصد اور آزاد خیالی جن کا طرۂ امتیاز ہے مگر وہ اس آزاد خیالی کی سرحدی پیمائش کو اسلامی وسعت کے اندر اندر ہی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ دوسرا وہ طبقہ ہے جن کو دنیا اسلامی مفکر، اسکالر اور خیر خواہان ملت کے نام سے جانتی ہے، استحصال دونوں کررہے ہیں نوعیت مختلف ہے پہلی جماعت اپنی ملحدانہ روش اور اسلام مخالف رویوں پر اسلامی وسعت کا پردہ ڈال کر اسے دبائے رکھنا چاہتی ہے جب کہ دوسری جماعت خود ساختہ نظریات، بے ڈھنگے اعتقادات اور بالواسطہ دین میں دخل اندازی کو اسلام کی وسعت پسندی کی آڑ دے کر پھیلانا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں مزید گفتگو کرنے سے پہلے ہم اختصار کے ساتھ اس نقطہ کو بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آخر اسلامی وسعت کا استحصال کیوں کیا جارہا ہے اور اس کے پیچھے کیا عزائم ہوسکتے ہیں یا ہوتے ہیں ؟؟ مسلم سماج اگرچہ اسلامی روایات اور اس کی تعلیمات سے دور کیوں نہ ہوجائے اور عملی دنیا میں اسلامی اقدار کو نہ اپنائے یا پھر تقلید بے جا میں پھنس کر دوسروں کے کلچر اور تہذیب کا

جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء ذاکر نگر اوکھلا گلی نمبر ۲۲ نئی دہلی
mc15516@gmail.com

رنگ اپنے اوپر غالب کرلے مگر کسی نہ کسی جہت سے ان میں اسلامی غیرت کی رمق برقرار رہتی ہے اور مذہبی حمیت پر متواتر کاری ضرب لگانے کے باوجود اس کی سانسوں کی حرارت باقی رہتی ہے جس کی وجہ سے عام مسلم طبقہ میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ جب بھی کوئی نظریہ، عمل، تحریک یا شخصیت کے متعلق ان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلامی معتقدات اور اس کی اصولی تعلیمات و روایات کے بر خلاف ہے یا یہ کہ اس چیز کے ذریعہ دشمنان اسلام مسلمانوں کے خلاف در پردہ کوئی سازش چل رہے ہیں تو پھر عام طور پر مسلمان ایسی تحریک، شخصیت، عمل وغیرہ سے عمومی کنارہ کشی شروع کردیتے ہیں اور اخلاقی بائیکاٹ کا رستہ اپنا لیتے ہیں، مسلمانوں کے اس ردعمل کا علم واحساس اپنوں اور غیروں سب کو ہے لہٰذا جو لوگ کوئی نیا نظریہ، تحریک یا عمل جو واقعی اسلام مخالف ہو کو اس طرح اپنانا چاہتے کہ مسلمانوں کے عتاب وتنفر کا شکار بھی نہ ہوں ان کے لیے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ کسی طرح کھینچ تان کر ان تمام چیزوں کو اسلام موافق اور اس سے غیر متصادم ثابت کردیا جائے اس لیے کہ جب تک یہ مرحلہ سر نہیں ہوتا ہے اس وقت تک مسلمانوں کو راضی کرنا بہت مشکل ہے، شہنشاہیت کے خلاف جمہوریت کا نظریہ آیا تو سب سے پہلے اسے اسلام موافق بلکہ اسلام کو اس کا علمبردار کہا گیا، سوشلزم کا نظریہ غیروں نے قبول کیا مگر مسلمان پس وپیش میں رہے لہٰذا اسے بھی اسلام کے موافق ثابت کیا گیا اس جھانسے میں آکر مسلمانوں کی ایک تعداد اس ملحدانہ تحریک کی حامی ہوگئی سنا ہے حسرت موہانی جیسے انقلابی شاعر سوشلزم کے قائل و موئید تھے، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی کسی نے اسلام کے مخالف کوئی کام کرنا چاہا یا نظریہ پیش کرنا چاہا تو سب سے پہلے اسے اسلام کے موافق ثابت کیا تاکہ مسلمانوں کی عمومی ناراضگی سے خود کو محفوظ رکھیں اور یہی وہ چیز ہے جو اسلام کی وسعت کے استحصال کا سبب بنی یعنی وہ لوگ جن کا تعلق تو مسلم سماج سے مگر ایک طرف وہ مذہب کے بر خلاف کوئی نظریہ یا کام کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلم طبقہ ہم سے ناراض نہ ہو ان کے لیے سب سے آسان اور محفوظ طریقہ یہ ہے کہ اسلامی نقشہ میں موجود مذہبی حدود کی لکیروں کو اس قدر وسیع کردیا جائے اور دکھایا جائے کہ مذہب مخالف امور خود بخود اس کے اندر داخل ہوجائیں! اس نکتہ کو سمجھنے کے بعد ہم پھر اپنی گفتگو کا سرا پیچھے سے جوڑتے ہیں

جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ استحصال کرنے والے مسلم سماج سے تعلق رکھتے ہیں جس میں پہلے طبقہ کی اکثریت مختلف ثقافتی میدانوں سے جڑی ہوئی ہے جیسے کھیل، آرٹ، فلم وغیرہ ثانیہ مرزا، بینا ملک، شاہ رخ خان، شبانہ اعظمی، مقبول فدا حسین، اور اس طرح کے بہت سے نام ہیں جن کو پیش کیا جاسکتا ہے، ان لوگوں کی اسلامی معلومات کتنی ہوگی یہ بتانے کی ضرورت نہیں مگر جب بھی کسی نے ان کے کارناموں کو اسلامی تناظر میں دیکھنے یا ان پر تبصرہ کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے فوراً بھاگ کر "اسلامی وسعت" کے دامن میں پناہ لیکر اس کا استحصال شروع کردیا ایک غیر مسلم لڑکی "گوری" سے شادی کرنے پر جب کوئی شاہ رخ خان سے پوچھتا ہے کہ اسلامی قانون کے اعتبار سے یہ کتنا صحیح ہے؟ ان کا جواب ہوتا ہے کہ "اسلام بہت وسیع مذہب ہے اسے تنگ نہ کیا جائے" یعنی اسلام میں اس چیز کی گنجائش ہے، یوں ہی بینا ملک پاکستان کی مشہور فلمی کلاکار ہیں کچھ مہینے پہلے انھوں نے بگ باس میں قابل اعتراض پوز دیے تھے چونکہ ان کا تعلق ایک اسلام پسند ریاست سے تھا اس لیے ان کی عوام نے اس قدر آزادی اور بے احتیاطی سے نفرت کا اظہار کیا اور اسے اپنے لیے باعث ننگ وعار سمجھا کہ ہمارے ملک کی بیٹی اس قدر قابل اعتراض حالت میں دنیا کے روبرو آئے اور کلا یا آرٹ کے نام پر اس کے جسم کی نمائش کی جائے اس واقعہ کو لے کر میڈیا نے کافی سرگرمی دکھائی اور بینا ملک کو براہ راست اپنی صفائی دینے کے لیے دعوت دی گئی جسے انھوں نے بخوشی قبول کیا اس مجلس میں ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ ایک مفتی صاحب بھی رابطہ میں تھے کافی دیر تک چلے اس سیشن میں بینا ملک نے کئی طرح سے جواب دینے کی کوشش کی مگر جب بات اسلامی نقطۂ نظر کی آئی تو ان کا واضح جواب یہ تھا کہ "مفتی صاحب! آپ کیا جانیں اسلام بہت وسیع مذہب ہے" یعنی اسلامی وسعت ہمارے کارناموں کو محیط ہے، اسلام آرٹ کے نام پر جسم کی نمائش برداشت کرنے کی گنجائش رکھتا ہے اور یہ اسلامی وسعت کے دائرے سے باہر کا کام نہیں ہے اور جو اسے باہر سمجھیں در اصل انہوں نے اسلامی حدود کا توسیعی مطالعہ کیا ہی نہیں ہے!

خیر اس طرح کے اور چہروں کو پیش کیا جاسکتا ہے جنھوں نے اسلامی وسعت کے استحصال میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور جس طرح سیاسی لیڈر اپنے ہر متنازع بیان کی صفائی میں یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ "میرے بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا ہے" اور بڑی بڑی گرفت سے بچ جاتے ہیں اسی طرح مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے ہر متنازع فعل پر ہونے والی گرفت سے بچنے کے لیے یہ لوگ یہ کہہ کر دامن بچا لیتے ہیں

”اسلام بہت وسیع مذہب ہے“۔

اگر اسلام کی وسعت پسندی کا غلط استعمال صرف مذکورہ بالا شخصیتوں نے کیا ہوتا تو چنداں تعجب کی بات نہیں تھی کہ آخر ایسے لوگوں سے اور امید ہی کیا کی جا سکتی ہے مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ خود کو اسلامی افکار و نظریات کے نمائندہ کہنے والے بعض اسلامی اسکالرس نے بھی ,, اسلامی وسعت ،، کا استحصال ماضی میں کیا اور آج بھی کر رہے ہیں نوعیت میں اختلاف ہے اس سے بحث نہیں صرف پانچ، چھ دہائی اگر پیچھے دیکھیں تو سر سید احمد خان، مولانا ابوالاعلی مودودی جیسے اسکالرس کو اسلامی وسعت کا استحصال کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے، ان حضرات نے صدیوں سے چلے آرہے اسلامی اعتقاد اور نظریات کے خلاف آراء پیش کیں اور ان کی ایسی تفسیر و ترجمانی کی جو خالص ایجاد بندہ تھی جس کا دور دور تک اصل اسلام سے واسطہ نہیں تھا، یہ شخصیات اپنے عہد میں علمی اور سماجی خدمات کے اعتبار سے کافی شہرت یافتہ رہیں اور انہیں خدمات کی بدولت زمانہ نے انہیں بڑے بڑے القاب سے نوازا اور آج بھی ان کی خدمات کا اعتراف قومی سطح پر کیا جاتا ہے مگر علمی زعم اور جدت پسندی کے رجحان میں انہوں نے وہ سب لکھا اور کہا جو بالواسطہ یا بلا واسطہ اسلامی تعلیمات و اعتقادات پر ضرب تھی ،یہ سب کام اسی نظریہ کے تحت ہوتے رہے کہ اسلام ایک وسیع مذہب ہے جہاں ہر کسی کو اپنی رائے پیش کرنے کی اجازت ہے اگرچہ اس کی وجہ سے جمہور امت کا خلاف ہو،اور اگر بات عصر حاضر کی کی جائے تو مولانا وحید الدین خان کی شخصیت کو بجا طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنھوں نے عمر کی اس حد پر پہنچ کر تقریبًا چودہ صدی سے چلے آرہے اہم اسلامی عقیدوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے کوشش کی نزول مسیح ، دابۃ الارض، دجال وغیرہ جن کا تذکرہ احادیث میں تفصیل سے ملتا ہے اور اس کی تفسیر میں محدثین اور علمایے اسلام نے صراحت کے ساتھ لکھا کہ قرب قیامت یہ تمام چیزیں بیان کردہ خدوخال کے ساتھ رونما ہوں گی مگر چودہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کی تفسیر بھی بدل دی گئی جس کا سہرہ بجا طور پر مولانا وحید الدین خان کے سر پر ہے اور ان کے ماہنامہ ”الرسالہ“ کے توسط سے جب بھی کسی نے خان صاحب سے یہ سوال کیا کہ ان معاملات یا اس کے علاوہ دیگر مسائل میں اپنی نوعیت کی منفرد تفسیریں کیوں پیش کر رہے ہیں اور اس کا جواز کیا ہے ؟ تو بارہا ان کا جواب پڑھنے کو ملا کہ ”اسلام بہت وسیع مذہب ہے جس میں ہر کسی کو اپنی بات کہنے کی اجازت ہے لہٰذا میں اپنی تحقیق پیش کرنے کا حق رکھتا ہوں اور اسی حق کا استعمال کر رہا ہوں“ اس طرح کے اور بھی لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کی وسعت پسندی کا غلط مفہوم نکال کر وہ سب لکھا اور چھاپا جو کسی جہت سے نہ خود ان کی شخصیت کے لیے مناسب تھا اور نہ ہی سوسائٹی کے لیے اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا واقعی اسلام اتنا وسیع مذہب ہے جتنا اسے سمجھا جا رہا ہے یا پھر اس لفظ کی آڑ میں اسلام کا استحصال کیا جا رہا ہے ؟؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا شمار دنیا کے ان بڑے مذاہب میں ہوتا ہے جس کے اپنے مخصوص نظریات ، اصول اور قوانین و حدود ہیں, دین کی تشریح کرتے وقت جن کی رعایت لازم قرار دی گئی ہے اور کم سے کم مسلمان رہنے کے لیے ان کا پابند ہونا ضروری ہے اضطرابی حالت کے علاوہ دور دور تک ان سے سمجھوتے کا امکان نہیں ہے اور یہ اصول اتنے واضح ہیں کہ دو لفظوں میں کسی بھی عمل اور فکر کے اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ ہو جاتا ہے لہٰذا اسلام اگرچہ ایک وسیع مذہب ہے مگر بہر حال اس کی وسعت کی حدود غیر متناہی نہیں ہیں کہ جس کے من میں جو آئے کرے ،لکھے اور بولے اور پھر بھی اسلامی وسعت کے دائرے سے خارج نہ ہوں ، مذہبی وسعت کی حدود کا تعین قرآن و حدیث اور ائمہ کرام کے اجتہاد کے ذریعہ بہت پہلے کیا جا چکا ہے لہٰذا اگر شبانہ اعظمی فلم میں کام کر کے سلمان خان اصنام پرستی اور مستقبل میں مولانا وحید الدین جیسے لوگ دین مخالف نظریات پیش کر کے یہ بتائیں کی یہ عمل اسلام کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ اسلام وسیع مذہب ہے تو یہ اسلامی وسعت کا سرے عام استحصال کرنا ہوگا کیوں کہ نہ اسلام میں اصنام پرستی کی کوئی گنجائش ہے اور نہ خود ساختہ نظریات اور من گھڑت تعبیرات کے لیے کوئی جگہ اس سے بہتر یہ ہے کہ اگر ہم کوئی کام اسلامی اصول کے خلاف کر رہے ہیں تو کھلے لفظوں میں یہ اعتراف کرلیں کے ہمارے کام کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس طرح ہزاروں تاویلوں اور مخالفتوں سے خود کو محفوظ کرلیں ایسے لوگوں سے گذارش ہے کہ اسلامی وسعت کے حقیقی مفہوم کو سمجھیں ،اسلام کے اٹل قوانین اور ناقابل تغیر حدود کا مطالعہ کریں ،اور جتنی جلدی ہو سکے اسلامی وسعت کا استحصال بند کریں ،اسلام وسیع مذہب ہے غیر اصولی نہیں !

☆☆☆☆

افکار

معانقۂ عیدین بدعت کیوں

مولانا محمد حسن علی

بات بات پر شرک و بدعت کے فتوے دینے والے خود ھی شرک وبدعت میں مبتلا ھیں

روز نامہ نوائے وقت، پاکستان کی اشاعت عید اسپیشل ایڈیشن کی خصوصی اشاعت ۹/ اگست میں حافظ فضل الرحیم دیوبندی اشرفی کا ایک مقالہ بعنوان ”عید الفطر کس طرح منائی جائے“ شائع ہوا ہے، جس میں تھانوی صاحب کے حوالہ سے معانقہ عید کو بدعت لکھا ہے، جو بجائے خود بدعت اور خلافِ سنت اور خلافِ تحقیق ہے اور محدود مطالعہ کا مظہر و عکاس ہے۔ ”زوال السنۃ اور بہشتی زیور“ کوئی مستند و معتبر اور متفقہ کتابیں نہیں ہیں، معانقہ کو بدعت قرار دینے کا قول احادیث وفقہ سے معارض و متصادم ہے۔

☆ابو جعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے معانقہ کا مسئلہ دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا، تحیت ہے امتوں کی اور اچھی دوستی ہے ان کی اور بے شک پہلے جس نے معانقہ کیا وہ اللہ کے خلیل ابراہیم ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔

(الضعفا الکبیر العقیلی حدیث ۱۱۴۱، دار العلمیہ، بیروت)

☆احادیثِ کثیرہ وافرہ میں موجود و مرقوم ہے کہ حضور اقدس سید عالم نور مجسم جانِ رحمت جانِ کرم ﷺ نے اپنے پیارے ہدایت کے ستارے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بار بار معانقہ فرمایا اور اسے جائز رکھا۔ صحیح ترمذی شریف میں حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ عالیہ آئے تو حضور پر نور نبی اکرم ﷺ نے ان سے معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی المعانقہ والقبلہ، ص:۹۷،۹۸، ج:۲)

☆طبرانی معجم کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، ایک دن آقائے اکرم نورِ مجسم واقف اسرار لوح و قلم ﷺ مع اصحاب کرام ایک غدیر میں تشریف لے گئے، پھر فرمایا ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے اور خود حضور پر نور ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیرے (تیرنا) اور انھیں گلے لگالیا (معانقہ فرمایا) فرمایا یہ میرا یار ہے۔(المعجم الکبیر، حدیث ۱۱۶۷۶)

☆سنن ابو داؤد اور بیہقی میں امام شعبی سے مروی ہے کہ نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا (معانقہ فرمایا) اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، ص:۳۵۳، جلد:۲، مطبوعہ لاہور)

☆امام احمد یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، ایک بار حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوڑتے ہوئے حبیب و محبوب ﷺ کے پاس آئے، حضور نے اپنے جسم اقدس، بدنِ مبارک سے چپٹا لیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن یعلی بن مرۃ، مطبوعہ بیروت، جلد:۴، ص:۱۷۲)

☆حاکم صحیح مستدرک بافادۃ التصحیح اور ابو یعلی اپنی مسند اور ابو نعیم فضائل صحابۂ کرام میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمیٰ بالماء المعین اور عمر بن ملا محمد سیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین ﷺ میں حاضر تھے، خلفاے اربعہ (ابو بکر، عمر، عثمان، علی) و طلحہ و عبد الرحمٰن بن عوف و سعید بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی موجود تھے، حضور سراپا نور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور والا ﷺ عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اٹھ کر تشریف لے گئے، ان سے معانقہ کیا (گلے ملے) اور فرمایا تو میرا دوست ہے دنیا میں اور آخرت میں۔

(المستدرک مطبوعہ بیروت، ج:۳، ص:۹۷)

☆تاریخ ابنِ عساکر میں حضرت امام حسن مجتبیٰ وہ اپنے والد ماجد حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور سیدِ المم نورِ مجسم ﷺ نے عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ فرمایا اور فرمایا میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا، جس کے کوئی بھائی ہو اس سے معانقہ کرے۔ (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، ۵۷/۱۳، مطبوعہ بیروت)

☆ابو یعلیٰ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت سیدنا صدیق اکبر عتیقِ اطہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے علی المرتضیٰ کو

گلے لگایا اور پیار کیا۔ الخ (مسند ابویعلی حدیث ۴۵۵۸، مطبوعہ بیروت ۳۱۸/۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سینہ سے لپٹا لیا (معانقہ فرمایا) اور دعا فرمائی، الٰہی! اسے حکمت سکھادے۔

(صحیح بخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناقب ابن عباس، ۵۳۱/۱)

بحمدہ تعالیٰ وبفضلہ تعالیٰ! اس موضوع پر کثیر احادیث مبارکہ نقل کی جاسکتی ہیں مگر اختصار مانع ہے، مختصراً اقوال ائمہ وفقہا پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ امس وشمس کی طرح واضح ہو جائے اور کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

☆امام اجل حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی جوامع الجوامع میں حضرت مصعب بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور چند قدم چل کر اس کی طرف تشریف لے گئے پھر اسے گلے لگالیا (معانقہ فرمایا) اور ارشاد فرمایا، خوش آمدید! اے ہجرت کرنے والے سوار۔

(اشعۃ اللمعات، شرح مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ ۲۳/۴)

☆درِ مختار میں ہے: "کسی مرد کو بوسہ دینا اور اس سے گلے ملنا (معانقہ کرنا) صرف ایک چادر میں مکروہ ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، ایک ازار میں بوسہ دینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر وہ کرتہ پہنے ہو یا جبہ تو بغیر کسی کراہت کے بالاجماع جائز ہے۔ ہدایہ میں اس کی تصحیح فرمائی اور اسی کے مطابق سارے متون ہیں۔" انتہیٰ ملخصًا

(درِ مختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء ص: ۲۴۴، جلد: ۲)

☆خانیہ میں ہے: گلے ملنا (معانقہ کرنا) اگر قمیص یا جبہ پہن کر ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ ملخصًا

(فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الحضر والاباحۃ، مطبوعہ ۴۸۳/۴)

☆مجمع الانہر میں ہے: معانقہ کرنے والوں دونوں نے قمیص یا جبہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق جائز ہے۔ اھ مختصراً۔ (مجمع الانہر، کتاب الکراہیۃ ۵۴۱/۲)

☆ہدایہ میں ہے: فقہائے کرام نے فرمایا اختلاف اس معانقہ میں ہے جو صرف ایک چادر کے ساتھ ہو (یعنی قمیص، کرتہ یا جبہ نہ پہن رکھا ہو) لیکن جب قمیص یا جبہ پہن رکھا ہو تو بالاتفاق گلے ملنے میں کوئی قباحت نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (الہدایہ، کتاب الحضر والاباحۃ، مطبوعہ لکھنؤ، ۴۶۶/۴)

☆درمختار میں ہے: اگر آدمی قمیص یا جبہ پہنے ہو تو پھر معانقہ کرنا بغیر کراہت بالاتفاق جائز ہے۔ ہدایہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور متونِ فقہ اسی کے مطابق ہیں۔ (درمختار کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ دہلی ۲۴۴/۲)

☆شرح نقایہ میں ہے: معانقہ کرنا بایں صورت کہ جبہ یا قمیص پہن رکھی ہو بالاتفاق مکروہ نہیں، یہی صحیح ہے۔

(شرح نقایہ للبرجندی، باب الکراہیۃ ۱۸۱/۳)

مذکورہ بالا دلائل وشواہد اور روشن حقائق کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا معانقہ کرنا، گلے ملنا ہرگز ہرگز بدعت وممنوع نہیں ہے اور معانقہ کو بدعت قرار دینا بجائے خود بدعت وخلافِ تحقیق ہے اور احادیثِ کثیرہ واقوالِ ائمہ وفقہا کے خلاف ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ جناب تھانوی صاحب اور ان کے "مخدوم الکل مطاع العالم" گنگوہی صاحب کو خلاف تحقیق غلط فتاویٰ دینے کی عادت تھی۔ تھانوی صاحب کا مسائل کی تحقیق وفتاویٰ میں افسانوی انداز کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، دلائل وشواہد سے عاجز آکر اور بے بس ہو کر ختم فاتحہ اور ایصالِ ثواب کا ڈرامائی انداز میں رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اس میں ایک مُلّا رہتا تھا۔ ایک بُڑھیا فاتحہ کا کھانا مُلّا کے لیے لائی اتفاق سے اس وقت مُلّا مسجد میں تھا نہیں، ایک مسافر مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا، اس عورت نے اول مُلّا کو آواز دی، جب وہ نہ بولا تو یہ خیال کیا، مقصود تو ثواب ہے، لاؤ اسی مسافر کو دے دو، چناں چہ وہ چیز کھانے کی مسافر کو دے کر چل دی۔ مسجد کے دروازے سے نکلی ہی تھی کہ مُلّا آگیا۔ اس عورت سے دریافت کیا، کہاں آئی تھی، کہا کہ فلاں چیز کھانے کی لائی تھی مگر تم نہ تھے اس لیے مسافر کو دے کر چلی آئی۔ یہ سن کر مُلّا کو آگ لگ گئی اور یہ خیال کیا، یہ تو بری راہ نکلی، اب ہماری تخصیص مٹ جاوے گی، مسجد میں پہنچا اور ایک لٹھ ہاتھ میں لے کر تمام مسجد کے صحن میں دیوانوں کی طرح (لٹھ) مارتا پھرنے لگا اور آخر میں وہ خود دھڑام سے گر گیا۔ گاؤں والے جمع ہو گئے۔ سوال کرنے پر کہا کہ بس اب میرا گزارا نہیں اور کہیں جا رہوں گا۔ تو لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا بات یہ ہے کہ میں تو یہاں کے مُردوں کو پہچانتا ہوں (سب کو ٹھیک ٹھیک ثواب پہنچا دیتا ہوں) مسافر (مُردوں کو پہچانتا نہ تھا) جب مُردے جمع ہوئے اس مسافر نے تقسیم میں بڑی گڑبڑ کی.... جب میں آیا تو میرے سر ہو گئے (مجھ سے لڑنے جھگڑنے لگے) مجھ کو لپٹ گئے، میں نے کتنا ہی ہٹایا، لٹھ بجایا کہ جب مجھے دی ہی نہیں تو میں تم کو کہاں سے دوں، مگر (مُردوں نے) ایک نہ سنی۔ آخر سب نے مل کر مجھ کو (مارا پیٹا) گرادیا۔ اب اگر ہمیشہ ہی ایسا ہوا تو میں تو مر جاؤں گا، اس لیے یہاں سے جاتا ہوں دوسری

جگہ۔ گاؤں والے بے چاروں نے متفق ہوکر کہا، بس جی آئندہ مُلّاہی کو دیا کریں گے۔(الافاضات الیومیہ، جلد:۴،ص:۷۸)

انصاف پسند قارئینِ کرام دیکھا آپ نے! اپنے ”اس تحقیقی گپ“ میں مسجد اور گاؤں اور ملا کا نام تک نہیں بتایا؟ختم فاتحہ سے نفرت دلانے کا سو فیصد جھوٹا اور من گڑھت ڈھکوسلا حکیم الامۃ الدیوبندیہ سے اور ملاحظہ ہو۔ تھانوی صاحب اپنے مخصوص مسخرانہ انداز میں فرماتے ہیں:

”ایک عورت نے کھیر پکائی کھیرا تار کر رکابی میں رکھی، کتا آیا منہ ڈال گیا۔ عورت نے اپنے بچے سے کہا، جا یہ مسجد کے ملا کو دے آ۔ وہ لے کر گیا، ملا کو نہ معلوم کے روز میں کھیر ملی تھی، بچے کے ہاتھ سے لے کر ایک طرف سے کھانا شروع کر دی۔ بچے نے کہا ملا جی ادھر سے نہ کھائیو ادھر کتے نے منہ ڈال دیا تھا۔ ملا جی یہ سن کر ہاتھ سے رکابی (پلیٹ) پھینک کر ماری وہ رکابی ٹوٹ گئی۔ بچہ رونے لگا، ملا جی نے دریافت کیا تو کیوں روتا ہے؟ کہا تم نے رکابی پھوڑ دی (توڑ دی) مجھ کو میری ماں مارے گی۔ یہ (رکابی) تو میرے بھیا کے پاخانہ اٹھانے کی رکابی تھی۔“ (الافاضات الیومیہ، جلد:۴)

قارئینِ کرام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ تھانوی حکیم الامت کا عوام المسلمین کو ختم فاتحہ سے روکنا، محض ایک وہمی خیالی ڈھکوسلا ہے، ورنہ وہ مقام اور جگہ مسجد اور گاؤں یا شہر کا نام لکھتا اور وہ کون امام مسجد کے ملا جی تھے اور کتے کی جوٹھی کھیر اپنے بچے کا پاخانہ اٹھانے والی پلیٹ یا رکابی میں ڈال کر مسجد کے امام کو غلیظ و پلید کھیر بھیجنے والی خاتون کون تھی، کیا نام و محلہ تھا؟ مگر کچھ بھی نہیں محض ایک ڈرامہ نگاری ہے، تھانوی نے اپنی حکیمانہ فراست و بصیرت سے اپنے بہشتی زیور میں ایک کذب بیانی گولہ داغا ہے کہ شبِ براءت کو ایک عورت ملا کے پاس حلوے وغیرہ پر فاتحہ دلانے گئی تو اپنے بیٹے کے لیے پھلجھڑیوں اور آتش بازی پٹاخے بھی پلیٹ میں رکھ کر لے گئی کہ میرے بیٹے آتش بازی اور پٹاخوں کا بہت شوق تھا۔ اس کا ختم آتش بازی پر پڑھ دو۔

مذکورہ بالا من گھڑت کہانیوں میں سے اول الذکر پہلی کہانی مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے سوانح نگار تذکرۃ الرشید کے مصنف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے بھی تذکرۃ الرشید میں لکھی ہے۔ نہ صرف تھانوی حکیم الامت بلکہ قطب عالم بلکہ مطاع العالم گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں عیدین کے موقع پر معانقہ کرنے، گلے ملنے کو بے دغدغہ دھڑام سے بدعت لکھا ہے۔ مسئلہ کوئی بھی ہو یہ حضرات شرک و بدعت سے نیچے دم ہی نہیں مارتے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۴۳)

اب بار بار ہزار بار بدعت کی بحث چل پڑی تو بدعت گر، بدعت مرچنٹ، بدعت فروش، بدعت خور خود بتائیں کہ:

☆ یہ اردو، عربی، فارسی، انگریزی، ہندی، سندھی، افریقی، سواحلی زبانوں میں قرآن کے ترجمے کرنا، تفسیریں کرنا سنت ہیں یا بدعت ہیں؟ احادیث مبارکہ مقدسہ کے نام جامعین احادیث، ائمہ احادیث کے اپنے ناموں پر بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ وغیرہم بدعت ہیں یا سنت ہیں؟

☆قرآن کریم پر اعراب، زیر، زبر، پیش وغیرہ سنت ہیں یا بدعت ہیں؟

☆اپنے اپنے مکتبِ فکر و عقیدہ و مسلک کی تبلیغ و تشہیر کے لیے ہفتہ واری، ماہواری رسالے جاری کرنا سنت ہے یا بدعت ہے؟

☆فوٹو، تصاویر، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ بنوا کر حج کرنا سنت ہے یا بدعت ہے؟

اس قسم کی سیکڑوں مثالیں دی جا سکتی ہیں جو بدعت ہیں مگر علم بردارانِ سنت اس بدعت کے مرتکب اور اس میں ملوث ہیں۔ ہم نے ابھی چند سطور پیش تر لکھا تھا کہ ان حضرات کو خلافِ تحقیق فتویٰ دینے کی عادت اور ملکۂ تام حاصل ہے۔ یقین نہ آئے تو بادی النظر میں ان حضرات کے چند عقل شکن فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں جن پر خود ان کے اپنے عقیدہ و مسلک اور ان کے اپنے مکتب فکر کے عوام و خواص عمل نہیں کر سکتے ہیں، لکھتے ہیں:

☆قبر پر مردے کو ثواب پہنچانا یا پہنچانے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں، اگر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی تو قبر کی طرف پیٹھ (پشت) کر لینی چاہیے اور ایک جگہ لکھا ہے۔ اگر کسی بزرگ کی قبر ہو تو پشت کر لینی چاہیے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۶۰، امداد الفتاویٰ)

☆عیدین میں معانقہ، گلے ملنا بدعت ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۵۳۸)

☆بروز ختم قرآن شریف مسجد میں روشنی کرنا بدعت و نادرست ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۴۳)

☆اس زمانہ کی وکالت اور مختنانہ حلال نہیں، ان کا کھانا بھی اچھا نہیں ہے۔(ص:۲۵۸)

☆منی آرڈر نہیں جیسا ہنڈی درست نہیں، دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۷۹، ۱۸۰)

☆روپیہ منی آرڈر سے بھیجنا درست نہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۷۹)

☆رشوت دینا دفعِ ظلم کے لیے جائز ہے (ص:۲۵۸)
کچہری میں جھوٹ بولنا احیاے حق کے واسطے درست ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۷۹)

☆محرم میں ذکرِ شہادت حسنین کرنا اگرچہ بروایتِ صحیحہ ہو اور محرم میں سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۵۳)

فقہی بصیرت اور افتا کی حقیقت سے عاری گنگوہی جی بڑے وثوق سے لکھتے ہیں:

"جس جگہ زاغ معروفہ (مشہور کالے دیسی کوے) کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ کوا کھانے والے کو ثواب ہوگا۔" (ملخصاً، فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۹۶، ۴۳۵)

کوے کی حلت کے ذوق میں جذبۂ سرفروشی وجاں نثاری دیکھیے کہ کالے دیسی کوے کے حلال و ثواب ہونے کے ثبوت میں باقاعدہ ایک مبسوط کتاب بنام "فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب" لکھ ماری جس پر خود بدولت مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی، مولوی احمد حسن امروہوی، مولوی عزیز الرحمٰن مفتی اعظم مدرسہ دیوبند، مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچوی، مولوی خلیل انبیٹھوی جیسے سرکردہ و معتمد حضرات کے تائیدی دستخط اور تقریظات و تصدیقات مرقوم وموجود ہیں۔ یہ علاحدہ بحث ہے کہ یہ حضرات غراب ابقع اور عقعق میں امتیاز نہ کرسکے اور غراب کو عقعق پر محمول کرلیا۔

☆یہی معانقہ کو بدعت وممنوع بتانے والے تھانوی اور گنگوہی صاحبان بڑی فراخ دلی سے اس حقیقت واقعی کا اقرار واعتراف فرماتے ہیں: "بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں"۔ (اشرف السوانح، ۴۸/۱)

محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان (وہابیوں) کے عقائد عمدہ تھے، وہ عامل بالحدیث تھا، شرک وبدعت سے روکتا تھا۔
(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۵۵۱)

تبلیغی جماعت کے امیر سوم مولوی زکریا سہارن پوری خلوصِ دل اور خلوصِ نیت سے فراخ دلانہ اعتراف کرتے ہیں: "میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں" (سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی، ص:۱۹۳)

بزعم خود سلطان المناظرین وہابیہ مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان فیصلہ کن اور دھماکہ خیز انداز میں کہتے ہیں: "ہم خود اپنے بارے میں بڑی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔"
(سوانح مولانا یوسف کاندھلوی، ص:۱۹۲)

☆یہی معانقہ کے دشمن تھانوی صاحب اپنے کسی قبلۂ عقیدت مولانا فیض الحسن کا قول نقل کرتے ہیں: "بدعتی کے معنیٰ ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنیٰ ہیں بے ادب با ایمان۔" مولانا بڑے ظریف تھے، کیا لطف کی تفسیر کی۔" (الافاضات الیومیہ، ۵۹/۴)

یہ علاحدہ بحث ہے کہ باادب یعنی ادب واحترام کرنے والا بے ایمان کیسے ہوسکتا ہے اور بے ادب گستاخ باایمان یعنی ایمان والا کیسے ہوسکتا ہے، کیا توہین وتنقیص اور انبیا و اولیا کی بے ادبی وگستاخی ایمان واسلام اور دین داری کی علامت ہے؟ بہرحال اتنا واضح ہوگیا کہ جناب تھانوی صاحب کو وہابیت سے جنون کی حد تک عشق تھا اور وہ اقراری وہابی تھا اور وہابیت پر فریفتہ تھا، جبھی تو سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قدس سرہ نے فرمایا تھا اور بہت خوب حقیقت افروز فرمایا تھا:

سب سے مضر تر ہیں یہ وہابی ۔۔۔ سنی بن بہکاتے یہ ہیں

آج انھیں کی ذریت اور انھیں کے وارثین اہلِ سنت وجماعت کا لیبل لگا کر سامنے آرہے ہیں اور عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں اور آج یہ وہابی ہوکر وہابی کہلانے سے الرجک ہیں اور یہ سچ ہے۔

وہابی سے پوچھو کہ تم ہو وہابی ۔۔۔ تو فوراً کہے گا نہیں تو نہیں تو

اب وہابی وہابی کہلانے کو تیار نہیں تو وہابی کہاں گئے۔ کیا زمین نگل گئی، جماعت تھانویہ گنگوہیہ کی تضاد بیانیاں کہاں تک رقم کی جائیں۔ اب آج کل جمعیت علماے ہند، انتخابات اور الیکشن و ووٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں مگر صدر مدرسہ دیوبندی مولوی حسین احمد ٹانڈوی کا مکالمۃ الصدرین اور تھانوی صاحب کے ملفوظات الافاضات الیومیہ کو بالغ نظری سے پڑھ لیں، تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہے، محض بچوں کا کھیل ہے، شطرنج کا سا نظامِ حکومت ہے۔" (الافاضات الیومیہ، ج:۳، ص:۱۱۲)

☆تھانوی صاحب نے خود اعتراف کیا "مدرسہ دیوبند کا زیادہ حصہ ہندو کانگریس میں شامل تھا۔" (ملفوظات تھانویہ، ج:۵، ص:۱۳۵)

خود اقرار کرتے ہیں: "دیوبندی اپنا مسلک چھوڑ گئے ہیں۔"
(الافاضات، ۱۳۵/۵)

الغرض صرف معانقہ ہی نہیں بلکہ بکثرت مسائل وامور میں یہ گروہ تضادات کا شکار ہے اور امتِ مسلمہ کے لیے باعثِ آزار ہے۔

☆☆☆

قطب زماں شمس مارہرہ ابوالفضل

سیدنا آل احمد حضور اچھے میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی بدایونی

ہندوستان کی قدیم اور معروف قادری خانقاہ کو حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی بشارت کے سبب یہ امتیاز حاصل ہوا کہ اس سرزمین پر سات اقطاب پیدا ہوں گے جن سے مسند ارشاد روشن ہوگی اور مخلوق کی حاجت روائی کا ذریعہ بنیں گے۔ تقریباً چار سو سالوں سے مارہرہ مقدسہ میں یہ سلسلۂ روحانیت جاری و ساری ہے۔ امام سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس سرہٗ سے یہ سلسلہ دراز ہوتا ہوا آج بھی الحمد للہ تشنگان شریعت و معرفت کو سیراب کر رہا ہے۔ خانوادۂ برکات کے مشائخ کا یہ امتیاز بھی مسلم ہے کہ تصوف و سلوک کی تمام منازل طے کرنے کے بعد ولایت کے اعلیٰ مناصب تو حاصل کیے ہی، ساتھ ہی ساتھ علم کسب علم اور ترویج علم کو اپنا خصوصی مشغلہ بنایا اور اپنی ذات قدسیہ سے اپنے احباب و متوسلین کو اس کی ترغیب و تبلیغ کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارہرہ مقدسہ کے تربیت یافتہ خلفاء و مریدین نہ صرف خود شہر یار علم و حکمت ہوئے بلکہ آج ہندوستان کے خانقاہی نظام میں شریعت مطہرہ کے اصولوں کی جو پابندی اور طریقت میں ایک خاص قسم کا نکھار نظر آتا ہے اس میں ان مشائخ کبار کا کلیدی کردار ہے۔ مارہرہ شریف میں یوں تو تمام بزرگ اپنی اپنی جگہ انفرادیت اور امتیاز کے حامل اور صاحب کرامت و استقامت ہیں لیکن حضور اقدس شمس مارہرہ کی ذات ان تمام میں گل سرسبد نظر آتی ہے۔

قطب الارشاد حضرت شمس مارہرہ آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہٗ کی ذات گرامی روحانی فضل و کمال اور تصفیہ و تزکیہ کا ایک منارۂ نور تھی۔ آپ کی شخصیت جامع شریعت و طریقت تھی، جہاں ایک طرف آپ میدان علم ظاہر کے شہسوار تھے وہیں علم باطن اور روحانی معارف و اسرار کے رمز سے بھی آشنا تھے۔ شمس مارہرہ نے ایک ایسے خانوادے میں آنکھ کھولی جس میں علم و فضل، روحانیت و بزرگی اور ہدایت و ارشاد پشت ہا پشت سے بطور وراثت منتقل ہو کر آ رہے تھے۔ یہ خانوادہ حسینی زیدی سادات کا خانوادہ ہے، جو خانوادۂ برکاتیہ کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ آپ کی ولادت سے بہت پہلے آپ کے پردادا امام سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی نے اپنے بیٹے حضرت سید شاہ آل محمد مارہروی کو بشارت دی تھی کہ آنے والے زمانے میں تمھارے ایک پوتا ہوگا، جس سے اِس خاندان کی شان و شوکت دوبالا ہوگی۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۸؍ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی اسد العارفین حضرت سید شاہ حمزہ مارہروی (وفات: ۱۱۹۸ھ) تھے جن کا شمار اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کے جد کریم سلطان العاشقین صاحب البرکات قدس سرہٗ نے ایک خرقہ مبارک اپنی بھتیجی اور بہو یعنی شمس مارہرہ کی والدہ ماجدہ کو عنایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ ان صاحب زادے کے لئے ہے جن سے خانوادۂ برکات کی رونق دو چند ہوگی۔ جب حضور شمس مارہرہ کی بسم اللہ خوانی کا موقع آیا تو آپ کے دادا برہان الموحدین حضرت سیدنا آل محمد قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ والد ماجد کا وہ خرقہ ان صاحب زادے کے لئے ہے جن کی بشارت حضور والد ماجد نے دی تھی۔ اس بشارت کا اثر الحمد للہ آج تک ہویدا ہے کہ سرکار اچھے میاں کے دور سے لے کر آج تک درگاہ برکاتیہ عرف عام میں اچھے میاں کی درگاہ اور خانقاہ شریف کے جوانب و اطراف کا علاقہ اچھے صاحب کی بستی سے معروف ہے۔

حضرت اچھے میاں نے علوم ظاہری اور باطنی کے تمام ترفیوض اپنے والد ماجد حضور اسد العارفین سے حاصل کیے، اس کے علاوہ فن طب علماً اور عملاً حکیم نصر اللہ مارہروی سے حاصل کیا۔

والد ماجد حضور اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ خاندانی دستور کے مطابق مسند نشین سجادۂ برکاتیہ ہوئے اور اپنے وصال ۱۲۳۵ھ تک کامل ۳۷؍ برس اس مسند روحانیت کو زینت و رونق بخشی۔ ان ۳۷؍ برسوں میں خانقاہ برکاتیہ کے تمام معمولات کو بحسن و خوبی انجام دیا، ایک عالم آپ کے چشمۂ صافی سے فیض یاب ہوا۔

جوائنٹ سکریٹری، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ
amujtabas@yahoo.com

ہزاروں گم کردہ راہ آپ کی ایک نگاہ ارشاد سے صراط مستقیم پر گامزن ہوئے اور سیکڑوں تاریک دلوں کو نورِ عرفان سے منور کیا۔

اہل اللہ اور اصحاب دل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت شمس مارہرہ مقام غوثیت پر فائز تھے اور حضور غوث اعظم کا مظہر اتم تھے۔ آپ کی پوری زندگی سنت رسول کا نمونہ اور غوث اعظم کی سیرت کا پرتو تھی، دن مخلوق خدا کی خدمت و خیر خواہی، طالبان و سالکان کی رہنمائی، مریدین و مسترشدین کی اصلاح و تربیت اور علوم ظاہر و باطن کے افاضہ و اشاعت میں گزرتا اور رات اپنے رب کے حضور سجدۂ بندگی میں۔

آپ کے معاصر علما اور اولیا آپ کے فضل و کمال کے معترف تھے، علم باطن اور معارف تصوف میں آپ کے بلند مقام و مرتبے کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں بغداد کے ایک بزرگ مسئلہ وحدت الوجود کی تفہیم کے لیے حاضر ہوئے، شاہ صاحب نے ان کے سامنے مسئلے کی وضاحت کی مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ یہ مسئلہ قال کا نہیں بلکہ حال کا ہے، مارہرہ میں ہمارے بھائی سید آل احمد اچھے میاں ہیں تم ان کی خدمت میں جاؤ وہ تمھاری تشویش کا ازالہ فرمائیں گے۔ حکم کے مطابق وہ بغدادی بزرگ مارہرہ شریف میں حضرت اچھے میاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان پر اپنی باطنی توجہ ڈالی اور چند لمحات میں ان کو اس مسئلہ میں مطمئن کردیا۔

حضرت شمس مارہرہ کے خلفا میں اپنے وقت کے اجلہ علما و فضلا شامل ہیں۔ جن میں حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی، سید العابدین سید شاہ اولاد رسول قادری مارہروی، شمس العرفا حضرت سیدنا شاہ غلام محی الدین امیر عالم، افضل العبید شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی، مولانا شاہ عبدالحمید عثمانی بدایونی، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوری قاضی عبدالسلام عباسی بدایونی وغیرہم کے اسما قابل ذکر ہیں۔

آپ کے علم و فضل کا عالم ہی نرالا تھا خانوادۂ برکات میں حضور شمس مارہرہ کی وہ تنہا ذات ہے جن کے بارے میں تاریخ کی کسی کتاب میں ان کے کسی استاد کا ذکر نہیں ملتا جن سے حضور شمس مارہرہ نے علوم ظاہر و باطنی کی تکمیل کی ہو۔ بلکہ اجماع ہے کہ سرکار شمس مارہر کو براہ راست سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے اکتساب علم کا شرف حاصل ہوا اور یہ غوث اعظم کے فیض کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے جید علمائے دین اور فضلائے وقت بارگاہ شمس مارہرہ میں زانوئے ادب تہ کیے ہوئے تھے اور بارگاہ آل احمدی سے اکتساب فیض کے متلاشی تھے۔ حضور شمس مارہرہ کا سب سے بڑا کارنامہ اس دور میں "آئین احمدی" کی تدوین ہے۔ صاحب تذکرۂ نوری مولانا قاضی غلام شبر صاحب رقم طراز ہیں "ایک روز علما کی ایک خاص جماعت سے حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کتب خانۂ سرکار مارہرہ کو کوئی مکمل دیکھنا چاہے تو ایک بڑا وقت درکار ہوگا آپ لوگ کوشش کریں کہ مختلف علوم و فنون کی کتب کو اکٹھا کر کے ہر فن کا خلاصہ ہوجائے"۔ اور یہ کام حضور اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی علما نے خوب کیا اور اس سلالۂ علم و فن کو "آئین احمدی" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو تقریباً ۳۰/ جلدوں بلکہ کچھ روایتوں کے مطابق ۶۰/ جلدوں پر مشتمل تھا۔

حضرت شمس مارہرہ نے تصوف و سلوک پر 'آداب السالکین' کے نام سے ایک جامع رسالہ تصنیف فرمایا، یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ اس کو سب سے پہلی مرتبہ تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی قدس سرہٗ نے ترجمہ کر کے مطبع ادبی لکھنؤ سے ۱۹۳۵ء میں شائع کروایا۔ امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف) نے ۱۹۸۷ء میں از سر نو اس کا ترجمہ کیا اور اس پر مقدمہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب: اُن آداب کے بیان پر مشتمل ہے کہ اگر سالک مرشد کی موجودگی میں اپنی عقل کے مطابق ان پر عمل کرتا رہے تو اس کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ اس باب میں ۱۲/ آداب کا بیان ہے۔

دوسرا باب: ذکر کی ترتیب کے بیان میں ہے، اس میں آپ نے ذکر نفی و اثبات کا طریقہ اور تعداد بیان فرمائی ہے۔

تیسرا باب: دفع خطرات کے طریقوں کے بیان پر مشتمل ہے، جب سالک ذکر و شغل کرتا ہے تو اس کے قلب پر وسوسے اور خطرات گزرتے ہیں اور یہ وسوسے حضوریٔ قلب میں مانع ہوتے ہیں، ان کو دفع کرنے کے طریقے ذکر کیے گئے ہیں۔

بدایوں اور اہل بدایوں پر شمس مارہرہ کی خصوصی نظر عنایت تھی، آپ کے خلفا میں ایک بڑی تعداد اہل بدایوں کی ہے۔ بدایوں کا شاید ہی کوئی خاندان ہو جس میں آپ کے مریدین نہ ہوں، آپ کا یہ فرمان مشہور ہے کہ "بدایوں میری جاگیر ہے، جو مجھے دربار غوثیت سے عطا

ہوئی ہے"۔

آج بھی الحمدللہ ہم بدایونی غلاموں پر ہمارے آقائے نعمت حضور شمس مارہرہ قدس سرہٗ کا سایۂ عاطفت گامزن ہے اور ہم ان کے فیضان تصرف سے مستفیض و مستفید ہیں۔ خانوادۂ قادریہ بدایوں شریف میں قادری فیضان کا جو چشمہ ابل رہا ہے وہ بھی حضور شمس مارہرہ کی خاص عنایت کا اثر ہے۔ حضرت اقدس کے چہیتے خلیفہ افضل العبید احب الخلفا مولانا شاہ عبد المجید عثمانی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خانوادہ سے بڑے پیمانہ پر ہندوستان اور بیرون ہندوستان سلسلہ عالیہ برکاتیہ کا اجراء عمل میں آیا اور برکاتیت کا پیغام پورے عالم کو دیا گیا۔

مارہرہ مقدسہ کے مشائخ کا ہمیشہ استقامت فوق کرامت نصب العین رہا ہے مذہب پر ثابت قدمی اور شریعت مطہرہ کی پابندی کے ساتھ زندگی گزارنا اور بندگی کا حق ادا کر دینا مارہرہ شریف کے اکابر کا کل بھی وطیرہ تھا اور آج بھی ہے۔ صاحب سبع سنابل حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ " شریعت بال ہے اور طریقت مانگ، سو جتنے اچھے بال ہوں گے مانگ بھی اتنی ہی اچھی ہوگی"۔ اسی قول کے پیش نظر تمام مشائخ مارہرہ نے طریقت میں نکھار پیدا کرنے کی سعی فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی مارہرہ مقدسہ کی برکاتی خانقاہ کو تصوف اور روحانیت کی آماجگاہ تصور کیا جاتا ہے۔ حضرات مشائخ مارہرہ یوں تو سبھی صاحب کشف وکرامات ہوئے لیکن آقائے نعمت حضور شمس مارہرہ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا اور آج عقیدت مندوں کے لئے اس بارگاہ سے فیض کا دریا جاری ہے۔ راقم گلشن ابرار کی اس روایت کو یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرے گا جو حضور شمس مارہرہ کی کرامت بھی اور ہم غلاموں کے لئے ابدی تسکین کا سامان بھی ہے۔ مولانا ریاض الدین سہسوانی حضرت اقدس کی سوانح "گلشن ابرار" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک شخص کسی گاؤں کا رہنے والا حاضر ہوکر مرید ہوا، پھر ایک عرصے تک اس کو اتفاق حاضریٔ دربار اقدس نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک سال عرس شریف حضور اسد العارفین قدس سرہٗ میں کہ ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا حاضر آیا، اپنے دل میں خیال کر رہا تھا کہ حضور اقدس کے ہزاروں مرید ہیں روزانہ ایک جماعت حاضر ہوکر مرید ہوتی ہے بھلا حضور کو کیا یاد ہوگا کہ یہ ہمارا مرید ہے؟ جس وقت ایک جماعت میں یہ باریاب سلام ہوا حضور اقدس نے خصوصیت سے قریب طلب فرمایا، خیریت دریافت فرمائی، اس کے گاؤں کا حال پوچھا اور ارشاد کیا "میاں! تم اپنے مویشی کے ساتھ گاؤں والوں کے جو چوپائے جنگل کو لے جاتے ہو ان میں اپنا پرایا کیسے پہچان لیتے ہو؟" اس نے کچھ عرض کیا، ارشاد ہوا "اسی طرح فقیر بھی اپنے گلے کو خوب پہچانتا ہے، ان کے گلے میں ایک محبت کا ڈورا بندھا ہوتا ہے"۔

اور ان کی سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ ان کے خانوادے کا ایک ایک بچہ مذہب و مسلک کی خدمت کے لئے خلوص دل سے کام کر رہا ہے اور سرکار غوث اعظم کی عقیدت سے سرشار ہے۔

آپ کا وصال ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۲۳۵ھ بروز جمعرات بوقت چاشت ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۵ سال تھی۔ درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں اپنے جد اعلیٰ حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہٗ کے دائیں پہلو میں آرام فرما ہیں۔ حضور شمس مارہرہ کا عقد سید شاہ غلام علی بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دختر سے ہو۔ قبل سجادہ نشینی ان کے بطن سے ایک صاحب زادے حضرت سید آل نبی سائیں میاں صاحب اور ایک صاحبزادی تولد ہوئے۔ لیکن دونوں نے ہی صغر سنی میں انتقال فرمایا۔ حضور شمس مارہرہ کی اولاد معنوی الحمدللہ آج تمام عالم میں ان کے فیضان سے مستفیض و مستفید ہیں اور انشاء اللہ تا قیام قیامت رہیں گے۔ حضرت شمس مارہرہ کے بعد ان کے چھوٹے بھائی شاہ ابوالبرکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ مسند سجادہ نشینی پر رونق افروز ہوئے۔

حضور شمس مارہرہ کے وصال کو ۱۴۳۵ھ میں دو سو سال مکمل ہو رہے ہیں اس حوالے سے خانقاہ برکاتیہ نے خصوصی طور پر کتب کی اشاعت اور ان کی ذکر کی محفلیں منعقد کر کے ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا عزم کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ خانوادۂ برکات سے فیضان علم و معرفت کا چشمہ یوں ہی جاری و ساری رہے اور غلامان صاحب البرکات کو صراط مستقیم پہ چلنے کے لئے شمس مارہرہ کی ضیائیں یونہی حاصل ہوتی رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ☆☆☆

مہراج گنج میں
ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

مولانا محمد قاسم مصباحی صاحب

مدرسہ عزیزیہ مظہر العلوم

نچلول بازار، مہراج گنج (یوپی)

شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی

سوانح سلالۂ خانوادۂ برکات نورالعارفین

سید شاہ ابو الحسین احمد نوری

المعروف بہ میاں صاحب قدس سرّہٗ العزیز

قدیم صوبہ متحدہ کے دار السلطنت اکبر آباد سے ملحق ضلع ایٹہ کے مغربی حصے میں واقع صوفیائے کرام کی مشہور و معروف بستی مارہرہ شریف یعنی حضرت سید شاہ برکت کے پریم میں ڈوبی ہوئی پیم نگری میں خاص شاہراہ کے شمالی حصے میں وہ عظیم الشان درگاہ بے کس پناہِ برکاتیہ ہے جہاں بڑوں بڑوں نے اپنے سرِ عقیدت خم کئے، جس کو اپنے دور کے اساطین طریقت نے اپنا مرکز عقیدت بنایا۔ جہاں سے نہ جانے کتنے تشنگانِ معرفت جامِ معرفت پی کر راہِ ہدایت پاگئے۔ جو آج بھی برصغیر ہند میں لاکھوں عوام سیکڑوں علماء و مشائخ کا مرکزِ عقیدت و مرجع خلائق ہے۔ اسی دربرکات و خانقاہ عالی شان کی مدح سرائی کرتے ہوئے امام اہل سنت فرماتے ہیں:

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا — بول بالے مری سرکاروں کے

یہ درگاہ شریف، درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ کے نام نامی سے موسوم ہے اور سواد اعظم اہلِ سنت وجماعت کا کوئی ذی علم شخص ایسا نہیں جو اس درگاہ اور درگاہ سے وابستہ خانقاہ کی دینی وعلمی اور ملی خدمات کا معترف نہ ہو۔ ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ برصغیر ہندوپاک، میں قادریہ سلسلہ کی یہ سب سے بڑی درگاہ ہے وہ اس لیے بھی کہ سلسلہ قادریہ کا اجرا اس خانقاہ کے مرشدانِ کرام اور خلفاے عظام کے ہاتھوں جس قدر عمل میں آیا کسی دوسری خانقاہ کے مرشدانِ عظام اور خلفا کے ہاتھوں عمل میں نہیں آیا اور بحمدہ تعالیٰ اس امر کو اہلِ خانقاہ نے، رب تعالیٰ کا خصوصی فضل اور اس کے حبیب صاحبِ لولاک ﷺ کی خصوصی نگاہِ کرم تصور کیا۔ اسی خانوادۂ نور میں حضور نوری میاں تولد ہوئے۔

مارہرہ مقدسہ کی روحانیت اور نورانیت کو جس ذاتِ گرامی نے دو چند کیا، مجموعۂ کمالات اسلاف تھے، وہ فخر دودمان صاحب برکات، جن کی ہر ہر ادا اپنے اکابرین قدست اسرارہم کی شان کی عکاس، جن کو حضور صاحب برکات جیسا غنی پایا، عبادت وریاضت میں جس نے شانِ آلِ محمد سے حصہ پایا، جو ایسی تدابیر فرمائیں کہ شاہ حمزہ نظر آئیں، عطائیں ایسی کہ حضور حقانی کی یاد تازہ کرائیں، تصرف وحکومت میں اچھے ہی اچھے نظر آئیں۔ اگر سخاوت پہ آئیں تو ستھرے بن جائیں، شریعت وطریقت جب بتائیں تو اپنے جدّ کا پر تو نظر آئیں، یہ وہی ہیں جن کی وصال کو سو سال پورے ہونے جارہے ہیں، جن کے نور کو امام اہلِ سنت نے چشم تصوف سے دیکھا تو پکار اٹھے:

اے رضاؔ یہ احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

یعنی وہ ہیں میرے جد کریم چشم وچراغ خاندان برکات سرکار نور العارفین نور دیدہ آل رسول سیدنا وشیخنا حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری الملقب، میاں صاحب قدس سرہ العزیز۔ جن کے فیضانِ کرم سے مستفید و مستفیض خلقِ خدا کی ایک کثیر جماعت ہوئی۔

ولادت مبارک:

شریعت وطریقت کے اس آفتاب وماہتاب کا ظہور ۱۹ر شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ر دسمبر ۱۸۳۹ء کو حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنگن میں ہوا۔

والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ، حضرت سید شاہ دلدار حیدر کی صاحب زادی اور حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نواسی تھیں۔

حضرت کا نام نامی اسم گرامی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اور لقب "میاں صاحب" حضرت کے دادا اور مرشد خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ العزیز کا مرحمت فرمایا ہوا تھا اور ساتھ ہی تاریخی نام "مظہر علی" قرار پایا۔

ابھی سرکارِ نور صرف ڈھائی برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی۔ سرکارِ نور کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد آپ کی

پرورش وتعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی جدہ ماجدہ یعنی بڑی بی بی صاحبہ اہلیہ حضور خاتم اکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی اور اس طرح سرکار نور قدس سرہٗ نے اپنے جدِّ کریم قدس سرہٗ کی آغوش عاطفت میں پرورش پائی اور کامل اکتالیس برس، بارگاہ آلِ رسول کی صحبت وخدمت سے استفادہ فرمایا۔

والد ماجدحضرت سید شاہ ظہور حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: سرکارِ نور قدس سرہ العزیز کے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے تھے۔

حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب قدس سرہٗ کا عقد سید شاہ منتخب حسین صاحب کے صاحبزادہ سید دلدار حیدر صاحب کی صاحبزادی سیدہ اکرام فاطمہ سے ہوا۔ ان بی بی صاحبہ سے ہی حضور میاں صاحب قدس سرہٗ اور ایک صاحبزادی سیدہ کلثوم پیدا ہوئے۔

دوسرا عقد سید شاہ ظہور حسن صاحب کا سید سرفراز علی مودودی سہسوانی کی صاحبزادی فاطمہ بیگم سے ہوا ان سے دو صاحبزادیاں پیاری بیگم اور رمضانی بیگم تولد ہوئیں۔

تعلیم:

حضور نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کی تعلیم کے ابتدائی مراحل میاں جی رحمت اللہ صاحب و میاں جی الٰہی خیر، میاں جی اشرف علی صاحب وغیرہم نے طے کرائے۔ قران کریم قاری محمد فیاض صاحب رامپوری سے پڑھا۔ صرف ونحو کی تعلیم مولوی محمد سعید بدایونی و مولوی فضل احمد جالیسری رحمۃ اللہ علیہما سے حاصل کی۔ مولانا نور احمد صاحب بدایونی علیہ الرحمۃ نے معقول کی تعلیم کرائی۔

علمِ تصوف وسلوک کی تعلیم اپنے جد کریم قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ مولوی احمد حسن صوفی مرادآبادی اور مفتی عین الحسن بلگرامی رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل فرمائی۔ اصولِ فقہ وحدیث مولوی تراب علی امروہوی و مولوی محمد حسین بخاری کشمیری و مولوی حسین شاہ محدث ولایتی سے تحصیل فرمائے۔ اور علوم دعوت وتکسیر حضرت شاہ شمس الحق قادری عرف تنکا شاہ تعلیم فرماتے تھے۔ اکثر مسائل دینی میں حضور تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی استفادہ فرمایا جس کی تصدیق اپنی مشہور زمانہ تصنیف سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں فرمائی ہے۔

سلوک کی تکمیل:

حضور نوری میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے سلوک کی پہلی منزل تو وہی تھی کہ جب حضرت والا صغر سنی میں اپنے جدِ مکرم کی آغوش عاطفت میں تشریف لائے اور شاہ آلِ رسول قدس سرہٗ نے آپ کی کفالت کا ذمہ لیا۔ وہ سینہ تو حضرت شاہ آلِ رسول احمدی کی نگاہ کرامت سے تصوف وسلوک کا گنجینہ بن چکا تھا، لیکن حضرت صاحب نے سلوک کی تعلیم وتربیت کا آغاز سرکار نوری میاں کے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب کے انتقال کے بعد کرایا اس وقت سرکارِ نور قدس سرہٗ کی عمر شریف صرف گیارہ سال کی تھی۔

اس چھوٹی سی عمر میں سرکار نور قدس سرہٗ کو ان کے جدِّ امجد خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے تمام مجاہداتِ سلوک وریاضات طریقہ اور خاص خاص ادعیہ خاندانی ادا کرادیئے۔ ان تمام علوم کی تکمیل کے بعد سرکارِ نور قدس سرہٗ نے اپنے چھوٹے دادا حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہٗ سے بھی باطنی فیض اور فنِ تکسیر حاصل کیا۔ غرضیکہ بہت ہی کم عمر میں سرکار میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی ذات پاک اپنے دادا مرشد کی توجہ اور اپنے اکابرین قدست اسرارہم کے فیوض باطنی کے طفیل مجموعۂ کمالات بن چکی تھی۔ ان کو ان کے مرشد نے ایسا بنا دیا تھا جس کو دیکھ کر بڑے بڑے عابد وزاہد انگشت بدنداں ہو جائیں۔

عبادت وریاضت صوم وصلوٰۃ وشب بیداری تہجد وتلاوت، ذکر وشغل، کا وہ عالم تھا کہ اکثر آپ کی دادی یعنی حضور شاہ آلِ رسول قدس سرہٗ کی زوجہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گھبرا جاتیں، اپنے لختِ جگر کو اس پابندی سے کچھ رعایت دلانا چاہتیں مگر ایسے وقت آپ کے جدِّ امجد کا ارشاد گرامی ہوتا "کہ آپ کی پیار ومحبت کے واسطے دوسرے صاحبزادگان کو دے دیا ہے یہ کچھ اور ہیں اور ان کو کچھ اور ہونا ہے اور یہ کہ کر جد امجد قدس سرہٗ انکشاف فرماتے! یہ مارہرہ مطہرہ کے ان اقطاب میں سے ہیں جن کی بشارت حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی ہے۔

حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے راہ سلوک میں اپنے دادا و مرشد شاہ آلِ رسول قدس سرہٗ کے حکم کے مطابق سخت مجاہدہ اور ریاضتیں فرمائی۔ اپنے اوقات منضبط فرمائے، اور وہ کون کون سے مراحل ہیں؟ ریاضتوں اور مجاہدات کے، وہ کون سے طریقہ ہیں جن کو حضور میاں صاحب نے اپنے دادا ومرشد کے حکم سے اپنایا؟ اور ۹/ برس کی عمر شریف سے اس کے پابند رہے؟ اس کا زیادہ تر بیان راقم نے آپ کے عادات ومعاملات میں درج کیا ہے یہاں پر وہ چیزیں بیان کی جا رہی

ہیں جو اہلِ سلوک کے لیے حضور میاں صاحب نے مفید سمجھیں۔ خود بھی سرکارِ نور اس پر عامل رہے اور ان پر چلنے کی تاکید و تلقین ان کو بھی فرمائی جو راہِ سلوک کو اختیار کرنے کے طالب ہیں۔

بیعت و خلافت:

سلالۂ خاندانِ برکات شیخ المشائخ نور العارفین حضور سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بیعت و خلافت اپنے جدِ کریم حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ جس وقت سرکارِ نور قدس سرہٗ کو ان کے جدِ امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیعت و خلافت کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا، اس وقت حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کی عمر شریف صرف ۱۲/ برس کی تھی۔ اپنی بیعت و خلافت کا تفصیلی بیان خود حضور میاں صاحب قدس سرہٗ نے سراج العوارف میں تحریر فرمایا، فرماتے ہیں:

”ربیع الاول شریف ۱۲۶۷ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ سیدنا آلِ احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فارغ ہو کر میرے دادا اور مرشد سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ساتھ لے کر سجادہ کے مقام پر آئے میری عمر اس وقت بارہ برس کی تھی، سجادہ شریف پر تشریف لا کر مجھے مسندِ طریقت پر چار زانو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود دو زانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذر پیش کی اور فرمایا مبارک ہو“

حضور میاں صاحب قبلہ کا سجادہ طریقت پر جلوس کروا کر نذر پیش کر دینا حضور خاتم الاکابر کا کوئی معمولی عمل نہ تھا بلکہ بیعت و خلافت سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اپنے نورِ نظر کو اپنا جانشین اور مسند غوثیہ برکاتیہ کا تاجدار مقرر کر دینے کا بھی اعلان تھا۔ لیکن سرکارِ نور قدس سرہٗ کی باقاعدہ سجادہ نشینی کا اعلان حضور خاتمِ اکابر ہند سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ کے عرس شریف کے موقع پر ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو مجمع عام میں کیا گیا یعنی لاکھوں برکاتیوں کے مرکز عقیدت، خانوادہ برکاتیہ کی روحانی وراثتوں کا وارث، آلِ رسولی غلاموں کے قلب و جگر کو اپنی تجلّی نور سے روشن کرتا ہوا سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ الحمدللہ! وہ کیسا روح کو تازگی دینے والا منظر ہوگا کہ جب صاحب البرکات کی نوری و برکاتی مسند اس احمد نوری کے وجود سے مزید جگمگا اٹھی ہوگی جس کو امام اہلِ سنت نے ”ماہ پارہ ہے احمد نوری“ کہہ پکارا۔ حضور سرکار نور قدس سرہٗ کی اس تقریب سجادگی کے موقع پر وہ دو عبقری شخصیتیں بھی موجود تھیں جن کی یادوں اور کارناموں کو آج تک سوادِ اعظم فراموش نہیں کر پایا ہے یعنی حضور تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبد القادر قادری برکاتی بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی آلِ رسولی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اسی موقع کی مناسبت سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ”تہنیت بیعت نجی (۱۲۹۷ھ) رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید (۱۲۹۷ھ) مادۂ تاریخ سجادہ نشینی رقم فرمایا۔

حضور خاتم الاکابر قدس سرہ العزیز نے حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تحریری سند خلافت حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن ولادت کے موقع پر مرحمت فرمائی۔

حلیۂ مبارک سرکار نور:

استقامت کے اس کوہِ عظیم کے حلیہ مبارک کا نقشہ بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ و خادمِ خاص مولانا قاضی غلام شبر قادری برکاتی بدایونی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”حضور کا قد میانہ تھا لیکن باوجود میانہ قد قامت ہونے کے مجمع میں حضرت ہی سب سے بلند نظر آتے، رنگ مبارک گندمی، سر شریف بڑا اور محلوق، پیشانی چوڑی، بھویں باریک، آنکھیں بڑی اور روشن سپیدی اور سیاہی میں تیز سرخی کے ڈورے پڑے ہوئے۔ دندان مبارک نہایت ہی صاف، چمکدار، مضبوط غالباً وفات شریف تک کوئی دانت گرا نہ تھا۔ ریش مبارک نہ انبوہ نہ کم، پوری بھری ہوئی، سینہ مبارک کو ڈھکتی ہوئی، مونچھیں اس قدر قصر فرماتے گویا منڈی ہوئی ہیں، سینۂ مبارک چوڑا، آخر عمر میں کمر مبارک خم ہو گئی تھی جو چلنے میں محسوس ہوتی تھی، پاؤں کی ایڑیاں چھوٹی نہایت خوبصورت رفتار۔ ہنسی صرف تبسم تک محدود تھی۔ بیشتر عمامہ رنگین، کرتا سفید نقش بندی، پاجامہ، ڈھیلا کلاہِ مبارک دوپلّی گوشہ کھلے ہوئے، کبھی قادری قمیص اور عبا بھی زیب تن فرماتے۔ جاڑوں میں پوری آستینوں کی ناف سے نیچی مرزئی لباس تھا ایک چھوٹا سا سفید دوپٹہ جو بشکلِ لا گلے میں ہوتا۔

حضرت سید ظہیر احمد زیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فقیر برکاتی سے فرمایا کہ حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہٗ اپنے وقت کے حسین ترین اور جمیل ترین افراد میں سے ایک تھے۔

عقد مسنون، و اولادِ امجاد:

حضور سید شاہ نوری میاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کا پہلا عقد دخترِ حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے

ہوا۔ ان بی بی صاحبہ کا وصال ۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۲۸۶ھ میں بمقام مارہرہ شریف ہوا۔

حضرت اقدس سرہٗ کا دوسرا عقد میرے جد امجد حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حقیقی نواسہ حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ) کی حقیقی بہن یعنی دختر سید محمد حیدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادے سید محی الدین جیلانی ۱۲۸۸ء میں تولد ہوئے لیکن ان صاحبزادے کا وصال ایک سال ۷ ماہ کی عمر میں بمقام مارہرہ شریف ہوا۔

حضور میاں صاحب قدس سرہٗ کے جب کوئی اولادِ صلبی باقی نہ رہی تو آپ نے اپنا جانشین اپنے عم زاد بھائی کے صاحب زادے سید علی حسن عرف اقبال کو مقرر کیا لیکن ان صاحب زادے کا وصال بھی حضور میاں صاحب کے سامنے ہوگیا۔ تب حضرت نوری دادا نے بہت رقّت کے ساتھ فرمایا۔ مِٹے وہ نگیں کھدے جس پر نام ہمارا۔

یہ فقیر برکاتی عرض کرتا ہے کہ حضرت کی یہ رقّت بارگاہِ رب العزت میں پسند فرمائی گئی اور آج حضرتِ نور کی لاکھوں لاکھوں اولادِ معنوی انہیں یاد کررہی ہے اور ان کا شجرہ پڑھ رہی ہے۔

سرکار نوری میاں صاحب کا وصال ۱۱ر رجب المرجب شنبہ ۱۳۲۴ ہجری میں مارہرہ شریف میں ہوا۔ درگاہ معلیٰ کے برآمدے جنوبی میں دفن ہوئے۔

حضرت میاں صاحب کے وصال شریف کے وقت آپ کے پاس صرف چند پیسے تھے لاکھوں مخلوق کی حاجت روائی کرنے والے اس شہنشاہ کے ورثہ میں چند وظائف کی کتب، ایک قلم دان، ایک لوٹا، ایک مصلیٰ، ایک بستر تھا۔ یہی ہے درویشی کی اعلیٰ ترین مثال جو اتباع سنت، ایثار، سخاوت کے ساتھ حضور نوری میاں صاحب نے پیش فرمائی۔

نصیحت ووصیت:

حضور میاں صاحب قدس سرہٗ قبل وفات اپنے مریدین ومتوسلین ومتبعین کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”اے بھائیو! آگاہ ہوجاؤ کہ فقیر کو سفر آخرت در پیش ہے بلکہ قریب آچکا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور اپنے بزرگوں، باپ داداؤں کی پیروی کرتے ہوئے میں وصیتوں کی طرف متوجہ ہوا اور ناچیز دنیا سے دل ہٹایا اور سب گناہوں اور برائیوں سے توبہ کی اور آئندہ زندگی بھر کے لیے پرہیز اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی توبہ قبول فرمائے اور بخشے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مرشدان کرام کے طفیل مجھے اور میرے دوستوں کو بخشے اور اعلیٰ مرتبے عطا فرمائے اور اولیائے کرام کے درجوں پر پہنچائے اور انبیا وصدیقین اور شہدا اور صالحین کے پاک سایہ میں رہنے کی جگہ عطا فرمائے اور وہ بہترین ساتھی ہیں۔ آمین یارب العالمین۔“

آگے فرماتے ہیں:

”اول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے قبول کے بعد اہل سنت وجماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک حنفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ اور پیراستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علما کے موافق رکھیں۔ شریعت میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی اور طریقت میں حضرت غوث الاعظم جیلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کریں۔ اسلام کے سارے احکام کی پابندی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم کرلیں۔ علمائے دین اور فقرا کے مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں درگاہ وخانقاہ کی خدمت بجالائیں اور نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں حاضر ہوں۔ والدین، مرشد، علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا نہایت ادب کریں۔ اپنے پیر کو اپنے حق میں زمانے کے سارے شیوخ طریقت سے بڑھ کر جانیں اور اپنے آپ کو تمام مخلوق خدا میں سب سے زیادہ کمتر اور حقیر سمجھیں اور ہمیشہ خاکساری اور انکسار کے ساتھ رہیں۔

دوسرے یہ کہ قول اور فعل میں شریعت محمدیہ کی پیروی اور طریقت کے احکام پر قائم رہنے کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہوں جس میں یہ تین شرطیں دیکھ لیں۔ پہلی یہ کہ وہ مسلمان اور سنی مذہب کا پیرو ہو، دوسرے شریعت کی پوری پابندی کرتا ہو، تیسری اس کا مسلک صحیح ہو یعنی اسلام میں اہل سنت وجماعت کا مذہب رکھتا ہو اور شریعت کا پابند ہو اور طریقت میں کسی صحیح السلسلہ پیر کا مرید اور خلیفہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی شیخ سے ارادت وبیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود بلا اجازت ہی مرید کرنے لگے اور لوگوں کو دھوکے سے مرید بناتا ہو۔ اللہ ہمیں اعمال کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔ پس واضح ہو کہ جس پیر میں یہ صفات ہوں، بیعت کرلے اور اس کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہ کر باطنی مجاہدہ میں توجہ کرے اور اس راہ کی نسبت حاصل ہونے کے بعد منصب خلافت حاصل کرے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہے اور خدا سے خدا کو طلب کرے۔ جب خدا کو پالیا تو سب چیزوں کا حاصل کرلیا اس لیے کہ اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے سب وہی ہے یعنی موجود تنہا وہی ہے۔

مزار مبارک:

سراج السالکین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کا مزار مبارک دالان پائین گنبد حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ درگاہ معلیٰ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں مرجع خلائق ہے۔ اپنی حیات ظاہری میں اپنے غلاموں کی رب کے فضل سے دستگیری کرنے والے نوری میاں کا فیضان تصرف آج بھی جاری وساری ہے اور آج بھی اس دربارِ نور سے مخلوق کی حاجت روائی فرمائی جارہی ہے۔

تصنیف وتالیف:

سرکار نور قدس سرہٗ کی طبیعت مجاہدہ وریاضات، ذکر اللہ کی طرف بہت مائل تھی اس لیے تصنیف کی طرف حضرت اقدس کی توجہ کم مائل ہوئی۔

حضرت اقدس شاعری فرمایا کرتے اور بہت ہی بلند پایہ شاعری کے نمونے دیکھنے کا شرف ان کے دیوان شریف "تخییل نوری" میں حاصل ہوا۔ ابتدا میں سرکار نور سعید تخلص فرماتے تھے بعد میں اس کو بدل کر نوری کرلیا تھا۔ سرکارِ نور نے جو کتب ورسائل تصنیف فرمائے اس کی فہرست پیش کی جارہی ہے:

(۱)کشف القلوب (۲) النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء (۳)سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (۴)اسرار اکابر برکاتیہ (۵) تخییل نوری (۶) عقیدۂ اہل سنت نسبت محاربین جمل وصفین ونہروان(غیر مطبوعہ)(۷)مصطفٰی فی عقاید ارباب التقیٰ (۷) سوال وجواب (۸)اشتہار نوری (۹)تحقیق تراویح (۱۰) دلیل الیقین من کلمات العارفین (۱۱) الجفر (۱۲)صلوٰۃ غوثیہ وصلوٰۃ معینیہ۔

عبادات وریاضات ومعمولاتِ سرکارِ نور:

حضرت نور العارفین قدس سرہٗ کی تربیت وپرورش آپ کے دادا ومرشد حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے اس طرح فرمائی کہ سرکارِ نور ۹/ برس کی عمر سے اپنے اوقات ومعمولات کے بے حد پابند ہوگئے تھے۔ مجاہدات وریاضات کا عالم ہی نرالا تھا۔ سرکار نور نے بھی اپنے اوقات کو مثل اپنے جدامجد حضور صاحب برکات قدس سرہٗ منضبط فرمایا تھا۔ اپنے دادا پیر حضور شمس ملت والدین قبلہ اچھے صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف لطیف "آداب السالکین" کے ایسے عالم وعامل کہ نہ صرف خود سلوک کی منزلیں اس کی روشنی میں طے کریں بلکہ سالکوں کو اس کا مطالعہ کرنے کی ہدایت بھی فرمائی۔

آپ کے عبادت وریاضت، مجاہدہ وتکمیل سلوک اور معمولات کے احوال آپ کی مشہور زمانہ تصنیف "سراج العوارف" میں خود آپ کی زبانی بھی دستیاب ہیں، جن کے درج ہونے کا مقصد بھی یقینا یہی ہوگا کہ تشنگان شریعت ومعرفت اس بحر نا پیدا کنار سے تربیت واصلاح مجاہدہ وریاضت کے لیے گوہر نایاب نکالیں گے۔

سیرت سرکارِ نور:

سراج سالکین نورالعارفین حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کی سیرت اپنے اکابرین قدست اسرارہم کی سیرت مبارکہ کی آئینہ دار تھی۔ جس ذات نوری کو حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے بنایا سنوارا تھا جب وہ عالم شباب پر پہنچی تو پرتوآل رسول بن کر ابھری۔ ان کی سیرت پاک کا ہر پہلو اپنے اجداد کرام کی صفات کا مظہر اتم تھا۔ منشۂ ایزدی کے مطابق زندگی کو ڈھالنا، ہر ہر قدم سنت مصطفٰی کی پیروی کرنا حضور میاں صاحب قدس سرہٗ کا نسب العین تھا۔ ولایت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائض ہونے کے باوجود طبیعت میں وہ انکساری تھی جس کی نظیر نہیں ملتی اور یہی صفت اولیاء اللہ کا خاصہ ہے۔

خود حضور میاں صاحب قدس سرہٗ سراج العوارف میں اس طرف توجہ فرماتے ہوئے چھیالیسواں نور میں ارشاد فرماتے ہیں " ولی پر اپنا حال چھپانا ایسے ہی فرض ہے جیسے نبی پر اپنی نبوت کا اظہار کرنا۔ ولی کی ولایت مجبوراً ظاہر ہوجائے تو کوئی بات نہیں مگر ارادتاً ظاہر نہ کرے۔ سرکار نور قدس سرہٗ کی سیرت پاک میں ہر وہ خوبی بدرجہ اتم موجود تھی جس کی نشاندہی آپ کے دادا ومرشد نے فرمائی تھی۔

اتباع شریعت:

شریعت مطہرہ کی اتباع کرنے، اور اپنے احباب کو اس کی تلقین کرنے میں علماء ومشائخ کے درمیان سرکارِ نور کو نہ صرف امتیازی حیثیت حاصل تھی بلکہ بیشتر صوفیا ومشائخ کرام کے لیے وہ ذاتِ نوری نمونۂ عمل تھی ۔ التزام شریعت کے معاملے میں سرکارِ نور فرماتے ہیں کہ " بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ ہے اور طریقت کا الگ تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟ اے بے وقوفو، سنو! ہوش میں آؤ میں تمھاری ہدایت کے لیے کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے اور تمھاری ہدایت کرے۔ رسول اللہ ﷺ دو مقام کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھٹکے ہوؤں کی ہدایت اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لیے دنیا میں

تشریف لائے دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا۔ ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت۔ احکام نبوت تو ظاہر ہے۔ تکمیل ولایت سے مراد خلق سے دل میں خدا تعالیٰ کے محبت میں اضافہ کرنا اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا اس لیے پہلے اسلام کی تعلیم دیتے اور پھر احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے پھر درجۂ ولایت پر پہنچاتے کبھی ایسا نہ ہوا کہ بغیر مسلمان کیے یا احکام شریعت کے بغیر کسی کو درجۂ ولایت پر پہنچا دیا ہو۔ تو کان کھول کر سنو جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ شریعت درخت ہے اور طریقت پھل اور پھل بغیر درخت کے پیدا نہیں ہو سکتا“۔

تو یہ تھا التزام شریعت کے حوالے سے سرکارِ نور کا موقف اور تاحیات آپ اس کے پاسدار رہے۔ عبادات و عادات میں کبھی کوئی غفلت نہیں ہوئی۔ زمانہ میں رائج بدعات و رسومات سے ہمیشہ اجتناب فرمایا اور دوسروں کو اس سے روکا بھی۔ مستورات اگر داخل سلسلہ ہونے کے لیے بارگاہ نوری میں رجوع کرتی تب نہ تو روبرو آنے کی اجازت ہوتی اور نہ کسی مریدہ کو چھو کر بیعت فرماتے۔ کبھی کسی کو نقش خون سے لکھ کر نہ دیتے بلکہ مشک و زعفران کا استعمال فرماتے۔ غرضیکہ حضرت والا کا ہر عمل اتباع شریعت میں ڈوبا ہوا تھا۔

سرکار نور کی استقامت دینی :

حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ العزیز اپنے مذہب و مسلک و مشرب پر تاحیات نہایت ہی سختی سے قائم رہے۔ دین و مسلک کے معاملات میں حضور میاں صاحب قدس سرہٗ نے نہایت ثابت قدمی کے ساتھ عوام کی رہنمائی فرمائی، آپ نے ہر حال میں شریعت کو لازمی جانا۔ بدمذہبوں اور بدعقیدہ لوگوں سے ہمیشہ دوری رکھی۔ اور اسی طرح سختی سے قائم رہنے کی تعلیم اپنے مریدین و متوسلین کو بھی دی۔

سرکار میاں صاحب قدس سرہٗ فرماتے کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب پر سختی سے اور مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک حنفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ اور پیراستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علما کے موافق رکھیں۔ حضور میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز دین پر سختی اور مضبوطی کو اس حد تک پسند فرماتے کہ دوسرے لوگ متعصب جانیں اور اس امر کو اس لیے بھی پسند فرماتے کہ یہ بات دین حق میں پسندیدہ بات ہے۔ اور یہ بات ان کے جدِ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ اپنی مایۂ ناز تصنیف ”سبع سنابل“ میں فرما چکے ہیں۔

سرکار نور قدس سرہٗ العزیز جتنے شریعت میں پابند و متعصب تھے اسی مسلک و عقیدہ میں پوری استقامت فرماتے۔ عقیدے کو ایمان کی جان تصور فرماتے۔ عقیدے کے متعلق ”سراج العوارف“ میں ارشاد فرمایا : ”عقیدہ کی درستگی ہر کام کی جڑ ہے۔ عقیدہ کی خرابی خدائے جبار کے غضب کا سبب اور دوزخ میں جانے کا راستہ ہے۔ خراب عقیدہ رکھنے والا کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے منزل کو نہ پہنچ سکے گا“۔

سرکارِ نور کا عشقِ غوثیت مآب :

شہنشاہ بغداد سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکار نور کو حد درجہ عشق تھا۔ اپنے سارے معاملات کو سرکارِ قادریت کے سپرد فرما دیتے۔

خواجہ بزرگ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بالاتفاق سارے اولیاء ہند سے زیادہ برتر و بزرگی والے ہیں اور فضیلت میں ممتاز ہیں، تو اسی وقت خواجہ بزرگ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اسی حال میں ارشاد فرمایا حضور کا قدم میرے سر آنکھوں پر اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام اولیاء اللہ نے اس مقولہ کو قبول کیا اور غوث پاک کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اطاعت کی اور گردنیں جھکا دیں۔

وصال شریف:

سرکار نوری میاں صاحب کا وصال ۱۱؍ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ میں مارہرہ مطہرہ میں ہوا۔ درگاہ معلی کے داخلی برآمدے میں جنوب میں ابدی آرام گاہ ہے۔

☆☆☆

جلال پور میں
ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

مولانا محمد اسرائیل صاحب

مدرس مدرسہ ندائے حق

محلہ دلال ٹولہ، جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)

بیٹی اور جنت

محمد آصف اقبال، کراچی

"حقوقِ نسواں" کا عنوان اب کوئی اجنبی نہیں رہا۔ دیگر عالم گیر مسائل کے ساتھ ساتھ اس نے بھی شہرت حاصل کر رکھی ہے۔ اقوام متحدہ ہو یا کسی ملک کی اسمبلی، کوئی عالمی اخبار ہو یا ملکی جریدہ، کوئی مذہبی رسالہ ہو یا ماہنامہ، کوئی سیاسی جماعت ہو یا مذہبی تنظیم بہرحال یہ مسئلہ رنگ ڈھنگ بدل کر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتا رہتا ہے۔ بات اگر غیر مسلموں کی ہوتی تو کسی حد تک قابل برداشت تھی مگر اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے لیے مسلمان بھی کسی سے پیچھے نہیں حالانکہ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ عورتوں کے حقوق کو جس قدر اہمیت دینِ اسلام نے دی ہے، ان کے حقوق کی پاسداری کا جتنا درس اسلام نے دیا ہے اور اس صنف نازک کو جو قوت، عزت اور عظمت اسلام نے بخشی ہے کسی دوسرے مذہب میں دور دور تک اس کی مثال نہیں ملتی۔

رشتوں کے لحاظ سے ایک "عورت" کے چار روپ ہوتے ہیں: (۱) ماں (۲) بہن (۳) بیٹی اور (۴) بیوی۔ اسلام نے عورت کو ہر روپ میں عزت و عظمت سے نوازا ہے۔ **عورت اگر ماں کے روپ میں ہو** تو اسلام نے جنت اس کے قدموں میں رکھ دی یعنی ماں کو راضی رکھنا جنت میں داخلے کا سبب ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جنت ماؤں کے قدموں میں ہے۔ (جمع الجوامع، ج۴، ص۱۸۵، الحدیث:۱۱۱۲۲)

عورت اگر بہن کے روپ میں ہو تو اسلام نے اس کی اچھی پرورش کرنے پر جنت کی نوید سنائی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی تین یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے اور ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن الترمذی، ج۳، ص۳۶۷، الحدیث:۱۹۲۳)

عورت اگر بیٹی کے روپ میں ہو تو اسلام نے اس پر رحم کرنے اور ان کی کفالت کرنے پر جنت کی خوشخبری دی ہے۔ محسنِ انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بیٹیوں پر رحم کرے اور ان کی کفالت کرے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔" (مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۸۷، الحدیث:۱۳۴۹۱)

عورت اگر بیوی کے روپ میں ہو تو اسلام نے اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کو بہترین اخلاق کا نام دیا اور اچھے اخلاق والے پر آگ حرام ہے۔ ارشادِ رسول ﷺ ہے کہ تم میں سے بہترین اخلاق والا وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔ (کنزالعمال، ج۸، ص۱۵۵، الحدیث:۴۴۹۳۳)

اور جب بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: زیادہ تر لوگ کس شے کے سبب جنت میں داخل ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: حسن اخلاق کے سبب۔ (مسند احمد، ج۱۳، ص۷، ۲۸۷، الحدیث:۷۹۰۷)

سبحان اللہ! دینِ اسلام نے عورت کو کس قدر عزت اور درجہ عطا فرمایا کہ وہ کسی بھی روپ میں ہو مرد کے لیے حصولِ جنت کا ذریعہ ہے۔ پھر یہ کہ وہ ہر حیثیت سے پہلے ایک بیٹی ہوتی ہے اور یہی بیٹی آگے چل کر بیوی اور ماں بنتی ہے۔ چونکہ عورت سب سے پہلے بیٹی ہوتی ہے اس لیے زیرِ نظر تحریر میں ہم بیٹی کی اہمیت و عظمت اور اس کی کفالت و پرورش کے حوالے سے کچھ عرض کرتے ہیں۔ بیٹیوں کو دین اسلام میں "اللہ کی رحمت" قرار دیا گیا ہے۔ اسلام سے قبل بیٹی کی پیدائش کو باعث عار و شرمندگی تصور کیا جاتا تھا اور اس عار کو مٹانے کے لیے بعض لوگ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اپنی لختِ جگر کو اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ درگور کر دیتے تھے۔ قرآن کریم میں ایسے باپوں کی کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ ۝۵۸ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝۵۹ (پ۱۴، النحل:۵۸-۵۹)

ترجمہ: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصّہ کھاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب کیا اسے ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (کنز الایمان)

بعض نے تو اپنی کئی کئی بیٹیاں زندہ دفنا دیں جیسا کہ حضرت قیس

بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے قبول اسلام سے پہلے اپنی ۸ر بیٹیوں کو زندہ دفن کیا تھا اور قبول اسلام کے بعد بحکم رسالت کفارے کے طور پر ۸ر اونٹ صدقہ کیے۔

(المعجم الکبیر، ج۱۸، ص۱۱۷، الحدیث:۸۶۳)

مگر اس وحشت و بربریت کے دور میں بعض گنتی کے رحم دل انسان ایسے بھی تھے جو اپنا مال خرچ کرکے بچیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچاتے تھے جیسے حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد زید بن نُفیل اور مشہور شاعر فرزدق کے دادا حضرت صعصہ بن ناجیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کارِ خیر کیا کرتے تھے ۔ثانی الذکر نے تو ۳۶۰ ر بچیوں کو زندہ در گور ہونے سے بچایا تھا۔(روح المعانی، سورۃ التکویر، تحت الایۃ ۹)

بیٹیوں کی پیدائش پر غم وغصہ اسی دور جاہلیت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آج کے پڑھے لکھے معاشرے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس رسم بد کے امین نظر آتے ہیں، جو لڑکے کی پیدائش پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنے کے لیے تو تمام ذرائع اختیار کرتے ہیں مگر لڑکی کی پیدائش پر ان کے سارے ارمان ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور وہ جوش وخروش نظر نہیں آتا جو لڑکے کی پیدائش پر ہوا کرتا ہے۔بعض بے حس لوگ نومولود بچی کی ماں کو قسم قسم کے طعنے دیتے ہیں حتیٰ کہ طلاق تک کی دھمکی بھی دے دی جاتی ہے اور کبھی کبھار زیادہ بیٹیوں کی پیدائش پر طلاق جیسی ناپسندیدہ شے کو بلا وجہ شرعی عملی جامہ بھی پہنا دیا جاتا ہے۔ایسے افراد کو سوچنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں ؟ اپنے قول وفعل سے اللہ کی رحمت کو خود سے دور کر رہے ہیں۔بجائے شکر ادا کرنے کے ناشکری کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ناخوش ہیں ۔ گویا کہ اس کے کام پر اعتراض کر رہے ہیں۔ ہاں ! ہاں !!ایسے افراد تقسیم باری تعالیٰ سے ناخوش ہیں کیوں کہ کسی کو بیٹے دینا اور کسی کو بیٹیاں دینا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے ،وہی بیٹے تقسیم فرماتا ہے اور وہی بیٹیاں ۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر بیٹی کے ملنے پر رنج وغم کا اظہار کرنا کون سی عقل مندی ہے ؟ایسے افراد کو یوں بھی غور کرنا چاہیے کہ کیا اس کی والدہ کبھی بیٹی نہ تھی اور اگر وہ نہ ہوتی تو کیا وہ یہ دنیا دیکھ پاتا ۔۔اگر اس کی کوئی بہن ہے تو کیا وہ اس کے باپ کی بیٹی نہیں ہے ؟؟اور تو اور اس کی بیوی بھی تو پہلے ایک بیٹی ہی تھی اگر وہ نہ ہوتی تو کیا اس کے شادی کے سپنے شرمندۂ تعبیر ہو سکتے تھے۔

انسان ہزار علم وآگہی حاصل کر لے مگر یہ نہیں جان سکتا کہ اس کے حق میں کیا بہتر اور کیا بہتر نہیں ہے۔بیٹی یا بیٹا ملنے کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں۔مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون بیٹی کے لائق ہے اور کون بیٹے کے قابل اور کس کے حق میں اولاد نہ ہونا ہی بہتر ہے جیسا کہ پارہ ۲۵، سورۃ الشوری کی آیت نمبر ۴۹ میں ہے ۔ جب حقیقت یہ ہے تو انسان کو احکم الحاکمین جل جلالہ کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دینا چاہیے اور بیٹا ہو یا بیٹی ہر حال میں شکر الٰہی بجالانا چاہیے اور بیٹی کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار بالکل نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ-وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پ ۲، البقرۃ:۲۱۶)

اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمھارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔(کنز الایمان)

عرب کا وہ معاشرہ جہاں بیٹی کو اپنے لیے باعث عار سمجھا جاتا تھا ایسے ماحول میں امام الانبیا، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹی کو وہ عزت وشفقت عطا فرمائی جس کا کوئی مذہب تصور بھی نہیں کر سکتا۔اسی سماج میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر عام یہ اعلان فرمایا کہ فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي یعنی فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے تو جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھ ناراض کیا۔

(صحیح البخاری، ج، ص، الحدیث:۳۷۴۳)

یہ جملہ ایک طرف حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت وعظمت بیان کر رہا ہے تو دوسری طرف بیٹیوں سے نفرت کرنے والوں سے ایک کھلا جہاد ہے۔ایک بار اظہار شفقت کرتے ہوئے فرمایا:

لاتکرھوا البنات، فإنی أبوالبنات ،وإنهن الغاليات المونسات المجهزات

ترجمہ: بیٹیوں کو ناپسند مت کرو کیونکہ میں بھی بیٹیوں والا ہوں اور بے شک یہ بیٹیاں تو بہت محبت کرنے والیاں ، غمگسار اور بہت زیادہ مہربان ہوتی ہیں۔(مسند الفردوس، ج۲، ص۴۱۵، الحدیث:۷۵۵۶)

اور ایک موقع پر سراپا رحمت ورافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی ایک بچی ہو اور وہ اسے زندہ دفنائے نہ اسے حقیر جانے اور نہ ہی اس پر اپنے بیٹے کو ترجیح دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت میں

داخل فرمائے گا۔ (سنن ابوداؤد، ج۴، ص۴۳۵، الحدیث:۵۱۴۶)

یاد رہے کہ آپ ﷺ نے بیٹیوں پر صرف زبانی شفقت کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ بنفس نفیس بیٹیوں پر شفقت وہمدردی کرکے بھی دکھائی ہے۔ پہلے آپ بیٹی کے سراپا رحمت وبرکت اور باعث دخول جنت ہونے پر درج ذیل ارشادات رسول اکرم ﷺ ملاحظہ کیجیے پھر ہم بیٹیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن سلوک کو بیان کریں گے۔

پہلی حدیث: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی کے گھر بیٹی پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے گھر فرشتوں کو بھیجتا ہے جو کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ پھر فرشتے نومولود بچی پر اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتے ہیں کہ یہ ایک کمزور جان ہے جو ایک کمزور (عورت) سے پیدا ہوئی ہے۔ پس جس نے اس کمزور جان (بیٹی) کی پرورش کی ذمہ داری لی تا قیامت اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ رہے گی۔

(مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۸۵، الحدیث:۱۳۴۸۴)

غور فرمایئے کہ بیٹی پیدا ہوتے ہی گھر پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے کہ اس گھر میں فرشتوں کی آمد ہوتی ہے اور اس نوری مخلوق کی تشریف آوری بجائے خود ایک رحمت ہے اور فرشتے اس گھر والوں کو سلام کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر سات فرشتوں نے سلام کیا تھا تو ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی۔ (شرح صحیح مسلم، ج۳، ص۲۱۷)

رب تعالیٰ سے امید ہے کہ بیٹی کی پیدائش والے گھر کے مکینوں پر بھی فرشتوں کے سلام کی بدولت نارِ دوزخ سلامتی بن جائے گی۔ بیٹی کتنی خوش بخت وسعادت مند ہوتی ہے کہ معصوم فرشتے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور وہ شخص اس سے بھی بڑھ کر خوش نصیب ہے جو اس کی پرورش کی ذمہ داری اٹھاتا ہے کہ مدد ونصرت کے مالک جل جلالہ کی مدد ہر گھڑی اس کے شامل حال رہتی ہے۔

دوسری حدیث: رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا: جس کو بیٹی عطا کی جائے اور وہ اسے تکلیف پہنچائے نہ اسے برا جانے اور نہ ہی بیٹے کو اس پر فضیلت دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (المستدرک، ج۵، ص۲۴۸، الحدیث:۷۴۲۸)

بیٹوں کے طلب گارو! دیکھو! بیٹیاں اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہیں کہ اپنے والدین کے اچھے سلوک کی بدولت انہیں جنت جیسی اعلیٰ ترین نعمت سے سرفراز کرتی ہیں۔ مگر شرط یہی ہے کہ اس رحمت الٰہی کی قدر پہچانتے ہوئے اسے برا سمجھنے اور اذیت دینے سے اجتناب کیا جائے اور جس طرح بیٹوں کی ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی طرح ان کی بھی ہر خوشی کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ امین

تیسری حدیث: حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کا خیال رکھے، انہیں اچھی رہائش دے اور ان کی پرورش کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ عرض کی گئی: اگر دو بیٹیاں ہوں تو؟ ارشاد فرمایا: اگر دو ہوں تب بھی (یہی فضیلت ہے)۔ دوبارہ عرض کی گئی: اگر ایک ہو تو؟ ارشاد فرمایا: اگر ایک ہو تب بھی۔ (المعجم الاوسط، ج۴، ص۳۴۷، الحدیث:۶۱۹۹)

ایک روایت یوں بھی ہے: جس نے اپنی دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو رشتہ دار بچیوں پر صبر کے ساتھ خرچ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی فرمادے تو وہ بچیاں اس کے لیے آگ سے حجاب (رکاوٹ) بن جائیں گی۔ (مسند احمد، ج۱۰، ص۱۷۹، الحدیث:۲۶۵۷۸)

جب کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس نے بیٹیوں کی پرورش کے سبب پہنچنے والی سختی اور تنگ دستی پر صبر کیا، باری تعالیٰ اسے ان بچیوں پر شفقت کے طفیل جنت میں داخل فرمائے گا۔

(مسند احمد، ج۳، ص۲۳۴، الحدیث ۸۴۳۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی شادی ہوجانے یا فوت ہوجانے تک ان پر خرچ کرتا رہے تو وہ اس کے لیے جہنم سے پردہ ہوجائیں گی۔

(المعجم الکبیر، ج۱۸، ص۵۶، الحدیث:۱۰۲)

والدین اور سرپرستوں کے لیے ان پیاری پیاری حدیثوں میں سبق ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو اچھا کھلائیں، عمدہ کپڑے پہنائیں، آرام دہ بستر پر سلائیں، اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں اور نیک واچھا رشتہ تلاش کرکے ان کی شادی کریں۔ الغرض ہر طرح سے ان کا خیال رکھیں اور ان پر حتی المقدور خرچ کرنے سے نہ گھبرائیں کہ یہ تو ان کو جہنم کی اُس آگ سے بچائیں گی جس کا ایندھن آدمی وپتھر ہیں۔ اللھم اجرنا من النار۔ امین۔

بیٹیوں کی پرورش میں کوشاں رہنے والے کے لیے نہ صرف جہنم سے آزادی کی نوید اور دخول جنت کا مژدہ ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ

کی راہ میں جہاد کرنے والے ایسے مجاہد جیسا اجر و ثواب عطا ہو گا جو دن روزے میں اور رات عبادت میں گزارے۔

(مجمع الزوائد، ج۸، ص۲۸۸، الحدیث: ۱۳۴۹۳)

چوتھی حدیث: حضرتِ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ کچھ مانگنے کے لیے آئی۔ اس وقت ان کے پاس صرف ایک کھجور تھی تو انہوں اسے وہی ایک کھجور دے دی۔ عورت نے کھجور کے دو حصے کر کے اپنی بچیوں میں بانٹ دیے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ ام المومنین نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: جس کی بچیوں کے سبب آزمائش کی گئی اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے رکاوٹ ہو جائیں گی۔ (صحیح مسلم، ص۱۴۱۴، الحدیث: ۲۶۲۹)

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دو بچیوں کی وجہ سے اس عورت پر جنت واجب کر دی۔

(المرجع السابق، ص۱۴۱۵، الحدیث: ۲۶۳۰)

اگرچہ اولاد کو قرآن کریم میں مطلقاً آزمائش قرار دیا گیا ہے:

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (پ۹، الانفال: ۲۸)

ترجمہ: تمھارے مال اور تمھاری اولاد سب فتنہ ہیں۔

مگر اس حدیث شریف میں بیٹیوں کو جدا طور پر آزمائش فرمایا گیا ہے، اکثر لوگ اس سے گھبرا جاتے ہیں حالانکہ اس پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ بے صبری سے اجر بھی جاتا رہتا ہے۔ یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوں گی کہ وہ دوزخ میں جائے گا ہی نہیں یا اگر گیا تو وہاں دوزخ کی آگ اس تک نہ پہنچ سکے گی کیوں کہ یہ بیٹیاں پردہ بن کر اسے محفوظ رکھیں گی مگر شرط یہی ہے کہ ان کی پیدائش پر گھبرائے نہیں اور ان سے اچھا سلوک کرے۔ اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے جب کہ لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے اور وہ بھی بغیر کسی امید کے، مگر دیکھا گیا ہے کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں ماں باپ کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور ان کے انتقال کے بعد دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب کا اہتمام زیادہ تر لڑکیاں ہی کرتی ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتا ہے اور اکثر لڑکے والدین کے سینے پر بدنامی اور بربادی کے تمغے سجاتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج۷، ص۹۷۷، ملخصاً)

پانچویں حدیث: ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر ارشاد فرمایا: جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو میں اور وہ شخص بروزِ قیامت اس طرح آئیں گے۔ (صحیح مسلم، ص۱۴۱۵، الحدیث: ۲۶۳۱)

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ جس نے دو بچیوں کی پرورش کی تو میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے۔" پھر آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

(سنن الترمذی، ج۳، ص۳۶۷، الحدیث: ۱۹۲۱)

جب کہ ایک تیسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے دو یا تین بچیوں کی شادی ہو جانے یا فوت ہو جانے تک پرورش کی تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح داخل ہوں گے۔

(الترغیب والترہیب، ج۳، ص۴۵، الحدیث: ۲۴)

قیامت کا ہوش ربا دن جس کی دہشت و سختی اس قدر ہوگی کہ ہر ایک نفسی نفسی پکارتا ہوگا۔ ایسے دل ہلا دینے والے ماحول میں اہل محشر جس ہستی کو تلاش کر رہے ہوں گے اور گنہگار جن کے دامنِ امن میں پناہ لینے کے لیے بے تاب ہوں گے اور ساری خلقت جن کی ایک جھلک دیکھنے کو بے چین ہوگی اس وقت بیٹیوں کی پرورش کرنے والا فیروز بخت مسلمان اس مطلوب و مقصود محبوب ﷺ کے اتنا قریب ہوگا جیسے شہادت کی انگلی درمیان والی انگلی کے قریب ہوتی ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ کریم آقا ﷺ بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے والے کو اپنے ساتھ جنت میں لے کر جائیں گے۔

نصیبے کی اس ارجمندی پر کروڑوں فیروز بختیاں قربان!

چھٹی حدیث: رسول کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے اور ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن الترمذی، ج۳، ص۳۶۷، الحدیث: ۱۹۲۳)

اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے: اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے تو اس کے لیے جنت ہے۔

(المرجع، ص۳۶۶، الحدیث: ۱۹۱۹)

تیسری اور اس حدیث پاک میں بیٹیوں کے ساتھ بہنوں اور رشتہ دار بچیوں کا بھی ذکر ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ والد کے انتقال کے بعد بہنوں کی ساری ذمہ داری بھائی کے کندھوں پر آپڑتی ہے اور

خوش نصیب وسعادت مند بھائی اس ذمہ داری کو انتہائی خوش اسلوبی سے نبھاتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کی رات میرے والد نے مجھے بلا کر کہا: میرا خیال ہے کہ کل پہلا شہید میں ہوں گا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تم سے زیادہ پیارا کسی کو چھوڑ کر نہیں جارہا ہوں۔ مجھ پر قرض ہے تم اسے ادا کردینا اور تم اپنی بہنوں کے لیے میری طرف سے خیر وبھلائی کی وصیت قبول کرو۔

(مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۳۱۵، الحدیث:۵۹۴۵)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس کے تحت فرماتے ہیں: یعنی تم اکیلے میرے بیٹے ہو اور میری نو بیٹیاں ہیں، تم ہی ان کے منتظم ہو لہٰذا ان سے اچھا برتاؤ کرنا۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۷۰۲ ملخصا)

پھر یہ کہ اپنی بیٹیوں یا بہنوں کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کی بے سہارا بچیوں کی پرورش میں بھی حصہ لینا چاہیے کہ اس میں ڈگنا ثواب ہے، ایک صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ بعض صاحب ثروت اور سیٹھ لوگوں نیز چھوٹے بڑے فلاحی ادارے چلانے والوں کو دیکھا گیا ہے کہ دوسرے لوگوں کی تو خوب خدمت کرتے ہیں مگر اپنے غریب رشتے داروں بالخصوص ان کی نادار ویتیم بچیوں کی پرورش وسرپرستی پر جان بوجھ کر یا عدم توجہ کے باعث دھیان نہیں دیتے۔ کہیں ایسا تو نہیں دوسروں کی خدمت میں دکھاوے اور واہ واہ کی تمنا اپنوں کی خدمت سے محروم رکھتی ہو؟ (نعوذ باللہ من ذالك) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر فرد واحد کسی رشتہ دار بچی کی سرپرستی کرنے پر قادر نہ ہو تو پھر چند عزیز و اقارب مل کر یہ عظیم نیکی باآسانی کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اب یہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ بیٹیوں اور بچیوں پر خود ہمارے کریم آقا ﷺ کی شفقت وعنایت کیسی تھی اور آپ ﷺ نے عملی طور پر بیٹوں کے ساتھ کیسا برتاؤ فرمایا۔ چنانچہ،

پہلی روایت: جنگ بدر کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی سب سے بڑی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مکے سے مدینے بلا لیا تو بوقت ہجرت کفار نے انہیں راستے میں روک لیا۔ ایک ظالم نے نیزہ مار کر انہیں اونٹ سے نیچے گرا دیا جس کے سبب ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ رحمت عالم ﷺ کو اس کا بے حد صدمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی اس بیٹی کے متعلق فرمایا: هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِيْ أُصِيْبَتْ فِيَّ

ترجمہ: یہ میری بیٹیوں میں (اس لحاظ سے) سب سے افضل ہے کہ اس نے میری وجہ سے مصیبت اٹھائی۔ آٹھ ہجری میں جب ان کا انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھا کر خود اپنے رحمت بھرے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔ (شرح الزرقانی، ج۴، ص۳۱۸)

دوسری روایت: خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتیں تو حضور نبی مکرم ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی کا استقبال کھڑے ہو کر کرتے، ان کی طرف متوجہ ہو جاتے، ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی مسند (بیٹھنے کی جگہ) پر بٹھاتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنے ہاں حضور نبی مکرم ﷺ کی تشریف آوری پر ایسا ہی کیا کرتی تھیں۔

(سنن ابی داود، ج۴، ص۴۵۴، الحدیث: ۵۲۱۷)

تیسری روایت: نجاشی بادشاہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں کچھ زیورات تحفے کے طور پر بھیجے جن میں حبشی نگینے والی ایک انگوٹھی بھی تھی۔ بیٹیوں پر شفیق ومہربان کریم آقا ﷺ نے اس انگوٹھی کو مس کیا اور اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر اس سے ارشاد فرمایا: اے چھوٹی بچی! یہ انگوٹھی تم پہن لو۔

(سنن ابی داود، ج۴، ص۱۲۵، الحدیث:۴۲۳۵)

چوتھی روایت: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے اپنی ننھی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نماز پڑھانے لگے تو رکوع میں جاتے وقت انہیں اتار دیتے اور کھڑے ہوتے وقت انہیں دوبارہ اٹھالیتے۔

(صحیح البخاری، ج۴، ص۱۰۰، الحدیث:۵۹۹۶)

غور کیجئے کہ بیٹیوں کے ساتھ بعد از خدا بزرگ اور سید الانس والجان ﷺ کا رویہ اور حسنِ سلوک کیسا مثالی تھا۔ آپ ﷺ نے قیامت تک کے انسان کو اپنے عمل وکردار سے بتایا کہ بیٹیاں باعث رنج وغم نہیں بلکہ باعث اُنس ودافع اَلم ہیں، یہ باعثِ عار نہیں بلکہ حجاب من النار ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہیں جن کے ساتھ حسنِ سلوک باری تعالیٰ کی عظیم نعمت "جنت" تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی تعلق ہے "**بیٹی**" اور "**جنت**" کا۔ ☆☆☆☆☆☆

زعفرانی دہشت گردی اور مسلمان

خاکِ ہند میں دہشت گردی کی پرتیں کھولنے والی ایک سنسنی خیز تحریر

ممتاز عالم مصباحی

۱۱/۹ کے بعد دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے۔ اس دہشت گردانہ اور انتہا پسندانہ سانحہ کے بعد امریکہ بہادر اور اس کی حلیف طاقتوں نے بلا کسی ٹھوس اور مضبوط ثبوت کے اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں کو موردِ الزام ٹھہرایا اور اس کی پاداش میں افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور عراق کو تہ وبالا کرکے رکھ دیا۔ اس کے بعد سے ہی پوری دنیا میں ہونے والے ہر چھوٹے بڑے دہشت گردانہ واقعہ کے لیے مسلمانوں کو ذمہ دار گردانتے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔

ہندوستان جسے پوری دنیا میں سب سے بڑی جمہوریت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہاں ایک مخصوص ذہنیت کا ایک مختصر سا طبقہ ہے جو آزادی کے سورج کے طلوع ہونے کے بعد سے ہی صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ پورے ملک کو زعفرانی رنگ میں رنگ دینے کے لیے ہر ممکن کوشش میں سرگرم ہے۔ یہ مخصوص طبقہ بھی دہشت گردی مخالف اس عالمی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے، اور یہاں رونما ہونے والے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کا ٹھیکرا مسلمانوں کے سر پر پھوڑ رہا ہے۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ برادرانِ وطن اور عالمی برادری میں مسلمانوں کی شبیہ کو خراب کرنے کے لیے خود ہی دہشت گردانہ کارروائیوں کو عمل دے رہا ہے اور یہ سب ایک منصوبہ بند پلاننگ کے تحت ہورہا ہے تاکہ حکومت کی نگاہ میں مسلمانوں کو مشکوک کردیا جائے اور مسلم نوجوانوں کے سر الزام تھوپ کر انھیں گرفتار کرکے ان کی زندگی کو تباہ کردیا جائے۔

جی ہاں اب تک دہشت گردی کے واقعات میں بھگوا انتہا پسندوں کے ملوث ہونے کی تفصیلات خود حکومتی حلقوں نے پیش کی ہیں، لیکن افسوس کہ اب تک ان میں سے صرف واقعات کی جانچ کی گئی ہے اور ان میں بھی صرف پیادوں کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان کے ماسٹر مائنڈ کو حراست میں نہیں لیا گیا ہے۔، جنھوں نے دہشت گردانہ کارروائیوں کے منصوبے بنائے، دہشت گردوں کی سرپرستی کی، انھیں پیسے، اسلحہ جات اور بارود وغیرہ مہیا کی، ایسا بھی نہیں ہے کہ تفتیشی ایجنسیوں کے اہل کار ان سے واقف نہیں ہیں، نہ ہی وہ روپوش ہیں اور نہ ہی اپنی شناخت بدل کر زندگی بسر کررہے ہیں، یہ سرد مہری اس کے باوجود ہے کہ سابق وزیر داخلہ پی چدمبرم ۲۵/ اگست ۲۰۱۰ء اور موجودہ وزیر داخلہ سشیل کمار شندے ۱۹/ جنوری ۲۰۱۳ء کو جے پور میں ”زعفرانی دہشت گردی“ کے بارے میں بالکل واضح بیانات دے چکے ہیں، لیکن عملی طور پر سوائے مکہ مسجد، سمجھوتا ایکسپریس، مالیگاؤں اور اجمیر بم دھماکوں کے کسی ایک بھی دوسرے معاملہ میں کوئی قابلِ ذکر کارکردگی اب تک نہیں ہوئی۔

شرم ناک پہلو تو یہ ہے کہ مکہ مسجد اور مالیگاؤں بم دھماکوں کے دو ملزمین لوکیش شرما اور بھرت بھائی کو صرف ۵/ دن کے وقفہ کے اندر ضمانت دے دی گئی، کیوں کہ این آئی اے ۹۰/ دن کی مقررہ مدت کے اندر فردِ جرم عائد کرنے میں ناکام رہی، جب کہ اس سے قبل بھی ایک عدالت نے مالیگاؤں بم دھماکوں کے تین ملزمین سادھو، شیو نارائن کالسنگر، اور اجے راہی کو بھی آسانی کے ساتھ ضمانت دے دی تھی، کیوں کہ ایجنسی ان کے خلاف ٹھوس اور مضبوط کیس درج کرنے میں ناکام رہی۔ سب سے زیادہ سرد مہری اور غیر سنجیدگی اندریش کمار کے معاملہ میں نظر آتی ہے، جن کا نام سوامی اسیما نند، بھرت بھائی اور آر ایس ایس کے دیگر گرفتار شدہ مبینہ ورکروں نے لیا تھا۔

حد تو یہ ہے کہ مہاراشٹر کی حکومت نے ”سناتن سنستھا“ کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے اس پر پابندی لگانے کی سفارش کی تھی، لیکن یو پی اے سرکار نے اپنی مصلحت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے مسترد کردیا اور اسے غیر قانونی قرار دینا مناسب نہیں سمجھا۔ واضح رہے کہ ”سناتن سنستھا“ ایک خالص مذہبی تنظیم ہے اور متعدد دہشت گردانہ واقعات میں اس تنظیم کے ملوث ہونے کے ثبوت مل چکے ہیں، اس کا کرتا دھرتا

”آٹھولے“ نام کا ایک کٹر سنگھی آدمی ہے۔

یہ تلخ حقیقت ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ ”زعفرانی دہشت گردی“ کا نیٹ ورک پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے جس کے بین الاقوامی رابطے بھی ہیں، اس حقیقت کو طشت از بام کرنے کا اہم ترین کارنامہ سب سے پہلے مہاراشٹر اے ٹی ایس کے سربراہ ہیمنت کرکرے نے ۲۰۰۸ء میں ہوئے مالیگاؤں بم دھماکوں کی تحقیقات کے دوران سرانجام دیا۔ حالاں کہ تحقیقات سے قبل یہ سمجھا گیا تھا کہ یہ بیرونی دہشت گرد طاقتوں کی کارستانی ہوگی۔

انگریزی روزنامہ ”ہیرالڈ“ کی رپورٹ کے مطابق آئی بی کے ایک اسپیشل ڈائریکٹر نے دہلی میں منعقدہ ریاستی پولیس سربراہوں کی کانفرنس میں یہ چشم کشا حقیقت کا انکشاف کیا تھا کہ ملک میں رونما ہونے والے ۱۶/ بم دھماکوں کے واقعات میں بھگوا کارکنوں کے ملوث ہونے کا شبہہ ہے، یا ان میں ان کے رول کی تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ لیکن اب تک ان میں سے صرف ۴/ واقعات کی ہی تحقیق کی جا سکی ہے۔

علاوہ ازیں محکمہ خفیہ کے ایک سینیر افسر نے ریاستی پولیس ڈائریکٹر جنرل اور انسپکٹر جنرل کی سالانہ کانفرنس میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے دو ٹوک انداز میں کہا تھا کہ دائیں بازو کی بھگوا تنظیمیں جذباتی مسائل کو اٹھاتی ہیں اور انھیں ہوا دیتی ہیں، جس کی وجہ سے اکثریتی طبقہ کا ایک حصہ انتہا پسندی کو اپنا رہا ہے جسے بھگوا دہشت گردی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خطرناک شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ جنوری ۲۰۱۳ء میں راجستھان کی راجدھانی جے پور میں منعقدہ کانگریسی اجلاس میں وزیر داخلہ سشیل کمار شندے نے دہشت گردانہ واقعات میں سنگھ پریوار کے ملوث ہونے کا انکشاف کیا تھا اور اسے ملک کی سالمیت و جمہوریت کے لیے خطرہ قرار دیا تھا تو موصوف کے اس بیان پر بھگوا تنظیمیں چراغ پا ہو گئی تھیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجبوراً وزیر داخلہ کو اپنے بیان سے رجوع کرنا پڑا۔

بہرکیف! متعدّد سرکاری و غیر سرکاری ذرائع سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آچکی ہے کہ ملک دشمن فرقہ پرست و انتہا پسند عناصر دہشت گردی کے متعدّد واقعات میں ملوث رہے ہیں، سب سے پہلے مدھیہ پردیش، مہاراشٹر اور اتر پردیش کے کئی شہروں میں بم دھماکے ہوئے۔ موقع کی مناسبت سے ذیل میں چند دہشت گردانہ واقعات کی تفصیلات درج کی جا رہی ہیں تاکہ ملک میں پھیل رہی ”زعفرانی دہشت گردی“ کا مکروہ چہرہ خوب اچھی طرح بے نقاب ہو جائے۔

چند واقعات کی تفصیلات۔

(۱) مہاراشٹر کے شہر ناندیڑ میں ۶/ اپریل ۲۰۰۸ء کو بجرنگ دل کے دو کارکن (نریش اور ہیمانشو پانسے) بم بنانے کے دوران دھماکہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ جس مکان میں یہ حادثہ پیش آیا وہ ریٹائرڈ انجینئر لکشمن راج کونڈوار کا تھا جو آر ایس ایس کا ایک کارکن تھا، اس کی دیوار پر بجرنگ دل، ناندیڑ شاخ کا بورڈ لگا ہوا تھا اور اس کی چھت پر بھگوا پرچم بھی لہرا رہا تھا۔

(۲) مہاراشٹر کے شہر تھانے میں ۴/ جون ۲۰۰۸ء کو ہندو جاگرن سمیتی کے دو کارکنوں کو ایک تھیٹر میں بم دھماکہ کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا، جس میں میں ۷/ افراد زخمی ہوئے تھے، پولیس کے مطابق یہی گروپ وشی اور پنویل میں ہوئے بم دھماکوں میں بھی ملوث تھا۔

(۳) گوا کے شہر مار گو میں ۱۷/ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو دیوالی کے موقع پر ایک اسکوٹر میں چھپایا گیا بم پھٹ پڑا تھا، جس سے اس کا سوار مالگوندا پاٹل ہلاک جب کہ دوسرا یو گیش ناٹک زخمی ہو گیا تھا۔ اسی موقع پر سانکول میں ایک ٹرک میں چھپائے گئے بم کا پتہ لگایا گیا تھا۔ اس ٹرک میں ۴۰/ نوجوان سوار تھے، ان دونوں کارکنوں کا تعلق ہندو دھارمک تنظیم ”سناتن سنستھا“ سے تھا۔

(۴) ۲۴/ اگست ۲۰۰۸ء کو کانپور میں بجرنگ دل کے کارکن بم بناتے ہوئے ہلاک ہو گئے۔ کانپور زون کے آئی جی پی ایس این سنگھ نے اس بارے میں بیان دیا تھا کہ ان کی تحقیقات میں پتہ چلا ہے کہ یہ گروپ پوری ریاست میں بڑے پیمانے پر بم دھماکہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔

(۵) روزنامہ انڈین ایکس پریس شمارہ ۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ مالیگاؤں اور موڈاسا میں بم دھماکہ کرنے والوں کا تعلق اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد سے تھا۔ اسی طرح تنکاسی، تمل ناڈو میں آر ایس ایس کے دفتر پر پائپ بموں سے حملے کا الزام مسلم دہشت گرد تنظیموں پر لگانے کی کوشش کی گئی۔

(۶) این آئی اے نے اندور (مدھیہ پردیش) کے جوار میں واقع دبیل پور سے تین مشتبہ دہشت گردوں کو اپنی حراست میں لیا۔ این آئی اے کے اس خدشہ کو کہ دبیل پور دہشت گردانہ سرگرمیوں کا مرکز بنتا جا رہا ہے، اس وقت تقویت پہنچی جب راجندر چودھری عرف سمندر کو گرفتار کیا گیا۔ تفتیش کے دوران سمندر نے آر ایس ایس لیڈر سنیل جوشی کا نام لیا،

جسے ۲۰۰۷ء میں دیواس میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ ذرائع کے مطابق جوشی کے ہی اشارے پر سمجھوتا ایکسپریس میں دھماکہ کیا گیا تھا۔تفتیش کے دوران سمندر نے یہ انکشاف بھی کیا تھا کہ اس نے اور مکہ مسجد اور اجمیر بم دھماکوں کے ملزم لوکیش شرما نے دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر ایس آر گیلانی پر گولیاں چلائی تھیں۔ اس حملہ میں وہ شدید طور پر زخمی ہو گئے تھے۔ واضح رہے کہ پروفیسر گیلانی کو سپریم کورٹ نے ۲۰۰۱ء میں پارلیمنٹ پر ہوئے دہشت گردانہ حملے کے الزام سے باعزت بری کر دیا تھا۔ چودھری کے انکشاف کے مطابق یہ حملہ بھی جوشی کے ہی ایما پر کیا گیا تھا۔

جنوری ۲۰۱۳ء میں کانگریس کے جے پور میں منعقدہ اجلاس میں مرکزی داخلہ سکریٹری آر کے سنگھ نے ایک فہرست جاری کی تھی، جس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ دہشت گردانہ واقعات میں ملوث یہ افراد یا تو براہِ راست آر ایس ایس سے تعلق رکھتے ہیں یا اس کی کسی ذیلی تنظیم سے وابستہ ہیں۔

(۱)- سنیل جوشی (فوت شدہ): وہ مدھیہ پردیش کے مہو اور دیواس کے علاقے میں ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۳ء تک آر ایس ایس کا سرگرم کارکن تھا۔

(۲)- سندیپ داگے (مفرور): وہ مہو، اندور، اترکاشی اور شجاپور میں ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۶ء تک آر ایس ایس کا پرچارک تھا۔

(۳)- سوامی اسیمانند (زیر حراست): وہ گجرات کے ضلع ڈانگ میں آر ایس ایس کی قبائلیوں میں سرگرم تنظیم ونواسی کلیان پریشد سے ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۷ء تک وابستہ رہا۔

(۴)- دیوندر گپتا (زیر حراست): وہ مہو اور اندور میں آر ایس ایس کا سرگرم پرچارک تھا۔

(۵)- لوکیش شرما (زیر حراست): وہ دیوگڑھ میں آر ایس ایس کا ''کاریہ واہک'' تھا۔

(۶)- مکیش واسنی (زیر حراست): وہ گودھرا (گجرات) میں آر ایس ایس کا سرگرم رکن تھا۔

(۷)- راجندر چودھری عرف سمندر (زیر حراست): ورگ وستارک تھا۔

(۸)- چندر شیکھر لیوی (زیر حراست): وہ شاہ جہاں پور میں ۲۰۰۷ء تک آر ایس ایس کا پرچارک تھا۔

(۹)- کمل چوہان (مفرور): وہ آر ایس ایس کا سرگرم کارکن تھا۔

(۱۰)- رام جی کلسانگرے (مفرور): اس کا آر ایس ایس سے تعلق تھا۔

(۱۱)- سادھوی پرگیا سنگھ ٹھاکر (زیر حراست): اس کا آر ایس ایس سے تعلق تھا۔

(۱۲)- سوامی دیانند پانڈے (زیر حراست): اس کا آر ایس ایس سے تعلق تھا۔

(۱۳)- لیفٹیننٹ کرنل شری کانت پرساد پروہت (زیر حراست): وہ آر ایس ایس سے تعلق رکھتا تھا۔

(۱۴)- میجر (ریٹائرڈ) اپادھیائے (زیر حراست): وہ آر ایس ایس سے وابستہ تھا۔

ملک میں سرگرم ''زعفرانی دہشت گردی'' کی بابت ان چشم کشا حقائق کے عیاں ہو جانے کے باوجود پولیس اور تفتیشی ایجنسیوں نے متعدّد دہشت گردانہ واقعات کی تفتیش میں حد درجہ تعصب اور جانب داری سے کام لیا۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ کئی واقعات کے سلسلے میں بلا کسی ٹھوس اور مضبوط ثبوت کے اولاً مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے متعدّد مسلم نوجوانوں کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا، لیکن اس خالص جانب دارانہ عمل کے خلاف مقامی مسلمانوں کی صدائے احتجاج بلند کرنے کے بعد جب ان واقعات کی دوبارہ از سر نو تفتیش کی گئی تو کچھ اور حقیقت کھل کر سامنے آئی اور گرفتار شدہ مسلم نوجوانوں کو رہا کرنا پڑا۔ قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لیے اس قبیل کی دو تین مثالیں تحریر کی جا رہی ہیں۔

عین شب برات کے وقت ۲۰۰۶ء میں مالیگاؤں میں ہوئے بم دھماکوں کی تفتیش سب سے پہلے مہاراشٹر اے ٹی ایس نے کی اور شواہد کے بر خلاف مسلمانوں پر الزام عائد کیا اور متعدّد مسلم نوجوانوں کو حراست میں لے کر پابند سلاسل کر دیا۔ لیکن مقامی مسلمانوں نے جب اس بے بنیاد کارروائی کے خلاف احتجاج کیا تو اس سانحہ کی تفتیش سی بی آئی کے سپرد کر دی گئی۔ لیکن اس نے بھی پانچ سال کی طویل مدت تک تفتیشی عمل کو التوا میں رکھنے کے بعد بالآخر اے ٹی ایس کی تفتیش پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ چوں کہ جن الزامات کو بنیاد بنا کر مسلم نوجوانوں کو حراست میں لیا گیا تھا، وہ انتہائی درجہ کمزور تھے، اس لیے یہ کیس عدالت میں بہت دنوں تک ٹک نہیں سکا اور گرفتار شدگان کو عدالت نے ضمانت پر رہا کر دیا۔ پھر جب اس کیس کی تفتیش کی ذمہ داری این آئی اے کو سپرد کی گئی تو اس نے غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان بے گناہوں کے مقدمات کو ختم کرنا شروع کر

دیا اور مبینہ بھگوا دہشت گردوں کے خلاف الزامات طے کیے۔ مکہ مسجد، اجمیر مقدس اور سمجھوتا ایکس پریش میں ہوئے بم دھماکوں کی تحقیقات کے سلسلے میں بھی ابتدا میں یہی صورت حال تھی۔

۱۱/ جولائی ۲۰۰۶ء کو ملک کی معاشی راجدھانی ممبئی کی لوکل ٹرینوں میں سلسلہ وار بم دھماکے ہوئے، جس کا الزام مسلمانوں کے سر تھوپا گیا اور ۱۳/ مسلم نوجوانوں کو پورے ملک سے گرفتار کیا گیا۔ ناکردہ گناہ کی سزا بھگت رہے ان ملزمین نے رائٹ ٹو انفارمیشن کے ذریعہ حاصل کی گئی معلومات اور دوسرے متعدّد ٹیکنیکل ثبوت و شواہد کی بنیاد پر ممبئی کی ''مکوکا'' عدالت میں یہ دعویٰ کیا کہ اے ٹی ایس نے انھیں اس معاملہ میں فرضی طور پر ماخوذ کیا ہے۔ اس کیس کی سماعت مکوکا عدالت میں جاری ہے۔ علاوہ بریں معروف صحافی و سماجی کارکن آشیش کھیتان نے بھی اس کیس پر اپنی تحقیق میں اس تلخ حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ اے ٹی ایس کے اس وقت کے سربراہ پی رگھوونشی اور اس وقت کے ممبئی پولیس کمشنر اے این رائے نے جان بوجھ کر مسلم نوجوانوں کو اس معاملہ میں پھنسایا اور انھیں ان دھماکوں کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تھرڈ ڈگری ٹارچر کیا۔ بلکہ یہی نہیں انھیں سرکاری گواہ بننے پر آمادہ کرکے ممبئی میں فلیٹ اور ۲۵/ لاکھ روپے دینے کی پیش کش کی۔ اب جب کہ مکوکا عدالت میں اس مقدمہ کی سماعت جاری ہے تو ان بے گناہ مسلم نوجوانوں کی بے گناہی واضح ہوتی جا رہی ہے اور اے ٹی ایس کی متعصبانہ اور جانب دارانہ تفتیش کھل کر سامنے آ رہی ہے۔

۱۳/ فروری ۲۰۱۰ء کو پونا میں واقع ایک جرمن بیکری میں بم دھماکہ ہوا، اس کے الزام میں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے اے ٹی ایس نے مرزا حمایت بیگ کو پھنسایا اور ان کے خلاف پونا عدالت میں مقدمہ درج کر دیا۔ اس معاملہ میں خصوصی عدالت نے مرزا حمایت کو سزائے موت سنائی ہے۔ اس فیصلے کی سماعت کے بعد مرزا نے کمرۂ عدالت میں چیخ چیخ کر اپنی بے گناہی اور اے ٹی ایس کی متعصبانہ ذہنیت اور جانب داری کا برملا اعلان کیا، جس کی وجہ سے اس مقدمے کی آزادانہ تحقیق کی گئی جو اے ٹی ایس کی تحقیق کے بالکل برعکس نکلی۔ عدالت نے سزائے موت کے لیے چند فرضی گواہوں کے ساتھ ای ایسے شخص کی بھی گواہی کو بنیاد بنایا جس نے مرزا حمایت کو پہچاننے کا دعویٰ ڈھائی سال کے طویل عرصہ کے بعد کیا اور جسے اے ٹی ایس نے پیش کیا تھا۔

اس معاملے میں آشیش کھیتان کی تفتیش کے مطابق مرزا حمایت بیگ کو سزا دینے کے لیے نہ صرف یہ کہ گواہوں کو ڈرایا دھمکایا گیا، بلکہ انھیں بلیک میل بھی کیا گیا۔ اس رپورٹ میں مسٹر کھیتان نے گواہوں کا اسٹنگ آپریشن بھی پیش کیا۔

منصوبہ بند پلاننگ کے تحت فرضی طور پر مسلم نوجوانوں کو پھنسا کر گرفتار کرنے اور انھیں پابند سلاسل کرنے کے مذکورہ چند واقعات تو بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں، جن کا مقصد مسلم نوجوانوں کی بے گناہی، تفتیشی ایجنسیوں کی متعصبانہ ذہنیت اور ملک میں سرگرم زعفرانی دہشت گردی کے مکروہ چہرے سے نقاب کشائی کرنا ہے۔ اگر ملک میں رونما ہونے والے تمام دہشت گردانہ واقعات کی تفتیش بغیر کسی جانب داری کے صحیح خطوط پر کی جائے جائے تو سب کے پس پردہ زعفرانی دہشت گردی کی کارفرمائی نظر آئے گی۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے جس کی صداقت خود بخود کھل کر سامنے آ رہی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ۔

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر
لہو پکارے گا آستیں کا

واضح رہے کہ یہ زعفرانی دہشت گرد اپنے بے شمار محاذوں، گروپوں، سیاسی اور غیر سیاسی اداروں، سماجی و تعلیمی سنگٹھنوں اور تنظیموں کے ذریعہ پورے ملک خاص طور پر دہلی اور مہاراشٹر میں اپنی سرگرمیاں تیز کیے ہوئے ہیں۔ اس ناپاک مہم میں ان کے پروردہ آئی بی اور میڈیا بھی برابر کے شریک ہیں جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ملک میں ہونے والے ہر واقعہ کی ذمہ داری انڈین مجاہدین یا سی اور دیگر موجود یا فرضی گروپ پر عائد کرکے زعفرانی دہشت گردی پر پردہ ڈال دیں۔

۱۰/ جنوری ۲۰۱۴ء کو وزیر اعلیٰ سشیل کمار شندے نے دہلی میں ایک اخباری کانفرنس میں یہ بیان دیا کہ ''ہم نے تمام ریاستی وزرائے اعلیٰ کو لکھا ہے کہ اقلیتی طبقوں کے نوجوانوں کو گرفتار کرتے وقت احتیاط سے کام لیا جائے۔'' انھوں نے یہ بھی کہا کہ وہ تمام ریاستوں میں ایک اسکریننگ کمیٹی مقرر کرنے کے بارے میں غور کر رہے ہیں جو انسدادِ دہشت گردی ایکٹ کے خطوط پر تشکیل دی جائے گی۔ وزیر داخلہ کا یہ بیان جمہوریت پسندی کم اور مصلحت پسندی زیادہ ہے۔ اگر انھیں واقعتاً ملک کی جمہوریت کی فکر ہے تو وہ بیان بازی کے بجائے عملی اقدام کریں تاکہ زعفرانی دہشت گردی کو نکیل دی جا سکے اور ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی فضا قائم ہو۔

☆☆☆☆

آئینِ نَو اور طرزِ کہن

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم ارباب قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

جولائی ۲۰۱۴ء کا عنوان　　اردو میں منقبت نگاری: آغاز و ارتقا

اگست ۲۰۱۴ء کا عنوان　　فارغینِ مدارس میں داعیانہ فکر و کردار

افراط و تفریط سے بچتے ہوئے قدیم صالح اور جدید نافع پر عمل کی ضرورت

محمد ساجد رضا مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف sajid.misbahi@gmail.com

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

اقبالؔ نے کہا تھا کہ قوموں کی زندگی میں کٹھن منزل آئین نو سے ڈرنا اور طرز کہن پہ اڑنا ہے۔ آئین نو اور طرز کہن کی تعبیر و تشریح کے متعلق ارباب فکر و دانش نے اقبالؔ کے اس نظریہ کی تائید و تردید کے سلسلے میں الگ الگ موقف اختیار کیا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ اقبالؔ کی یہ فکر صالح ہونے کے ساتھ دور رس نتائج کی بھی حامل ہے۔ آئین نو سے مکمل بے زاری اور طرز کہن سے جامد وابستگی قوموں کے لیے خوش آئند نہیں ہوتی۔ حالات کی تبدیلی اور زمانی تقاضوں سے صَرفِ نظر کر کے ہر نئی چیز سے اظہار بے زاری شاید خسارے کا سودا ہے۔ اسی لیے اقبالؔ نے اسے قوموں کے لیے کٹھن منزل قرار دیا ہے۔ بلفظ دیگر اقبالؔ اپنی قوم کو قدیم صالح اور جدید نافع کا حسین سنگم دیکھنا چاہتے تھے۔

اسلامی تہذیب اپنے اندر بے پناہ وسعت اور جامعیت رکھتی ہے اور اسلامی اصول و قوانین اپنے اندر حد درجہ لچک اور شفافیت رکھتے ہیں، اسلام ایک ایسا جامع نظام حیات ہے جو کسی بھی زمانے میں فرسودہ اور ناقابل عمل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسلام کی یہ بڑی اہم خصوصیت ہے کہ وہ زمانے کے حالات اور مقتضیات پر کھرا اترتا ہے۔ اسلام جدت پسندی کا مخالف نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کو جدیدیت سے احتراز ہے، نئی تہذیب ، نیا نظام، نئی طرز زندگی اگر اسلامی اصولوں سے متصادم نہیں ہے تو اسلام اس کی کبھی مخالفت نہیں کرتا۔ اسلام کا ہر حکم اور اہل اسلام کا ہر عمل سخت اصولوں میں جکڑا ہوا ہے، صحیح و غلط کی تمیز کے لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایسا معیار عطا کیا ہے جس کی روشنی میں وہ صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں۔ لیکن جدیدیت کے شوق میں اسلامی اصول و قوانین سے صرف نظر اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی پروا کیے بغیر ہر نئی چیز کو گلے لگانے میں فخر محسوس کرنا نہایت مذموم عمل ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے ماننے والوں کا ایک بڑا طبقہ آج اسلامی طرزِ حیات سے بے زار اور مغربی تہذیب کے دل دادہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسلامی طرزِ حیات انہیں فرسودہ نظر آتا ہے لیکن جدید طرزِ زندگی خواہ وہ سیکڑوں برائیوں اور خباثتوں کا مجموعہ ہی کیوں نہ ہو، ترقی یافتہ ہونے کی علامت نظر آتی ہے۔ جدید طرز زندگی کے سبب سماج و معاشرے میں برائیوں کا جو سیلاب آیا ہوا ہے اس کا اندازہ مختلف شعبہ ہاے حیات کا تجزیہ کر کے لگایا جا سکتا ہے۔ اس وسیع عنوان پر تفصیلی گفتگو اس کالم میں ممکن نہیں ، تاہم چند ضروری امور پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہ بات اب کوئی راز نہیں ہے کہ یہودیوں کی تحریک استشراق کے

بطن سے گلوبلائزیشن کی جو تنظیم وجود میں آئی ہے اس کا نشانہ خاص طور سے اسلام اور مسلمان ہے، معاشی، اقتصادی اور سیاسی طور پر مسلمانوں کو مغربی قوموں کا دست نگر بنانے کے ساتھ ساتھ انہیں خاص طور سے اسلامی تہذیب وثقافت سے بے زار کرنا بھی اس تحریک کا اہم مقصد ہے۔ اپنی بے پناہ عیارانہ چالوں کی وجہ سے یہودی قوم اپنی اس تحریک کے مقاصد میں مکمل طور پر کامیاب بھی ہے۔ مسلمان اپنی سادہ لوحی اور مرعوبت کی وجہ سے جانے انجانے میں اس تحریک کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ جدیدیت کے نام پر مسلمانوں کو مغربی تہذیب کا اس قدر دل دادہ بنا دیا گیا ہے کہ اسے نہ تو اپنے دین کا پاس ولحاظ ہے اور نہ ہی اپنی شریعت کا خیال۔ مسلمان کس طرح اپنی تہذیب وثقافت کا جنازہ نکال رہے ہیں اور مغربی تہذیب کو فروغ دے کر اسلامی تہذیب کا مذاق اڑا رہے ہیں اس کا اندازہ تھوڑی توجہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

ہر قوم کا لباس اس کی تہذیب و ثقافت کا مظہر ہوتا ہے، لیکن یہودیوں نے اقوامِ عالم کی قومی ومذہبی تشخصات کو ختم کرنے کے لیے میڈیا اور وسیع پیمانے پر نشر ہونے والی فلموں کا سہارا لے کر بوڑھے بچے، جوان لڑکے اور لڑکیوں کو مغربی لباس کا دل دادہ بنا دیا ہے۔ لباس کی دنیا میں صنفی امتیازات تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ عرب قوم جو اپنے مخصوص لباس کی وجہ سے پوری دنیا میں ایک امتیازی شناخت رکھتی ہے وہ بھی اپنے قومی ومذہبی لباس کو ترک کر کے مغرب کی تقلید کو باعث فخر و مباہات سمجھنے لگی ہے۔ یہودیوں کی مسلسل سازشوں کے طفیل اسلامی لباس کو "دہشت گردی" کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ طریقۂ خورد ونوش میں بھی امریکی تہذیب کو بڑے منظم انداز میں عام کیا جارہا ہے۔ مکڈانالڈ، ہیم برگر جیسے فاسٹ فوڈ اسی سازش کا حصہ ہیں۔

غرض کہ آج امریکی ثقافت پوری دنیا میں پورے آب وتاب کے ساتھ فروغ پا رہی ہے، شاید ہی دنیا کا کوئی ملک ہو جہاں اس سیلاب نے تباہی نہ مچائی ہو، مغرب کے اس ثقافتی حملے کی زد میں دنیا کی تمام تہذیبیں ہیں، لیکن اصل ہدف اسلامی تہذیب ہے کیوں کہ یہودیوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خواب اسلامی تہذیب کو ختم کیے بغیر کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

جدیدیت کے نشے میں چور ہماری قوم نے اہل مغرب کے ہر عمل کی تقلید کو اپنے اوپر واجب کر لیا ہے، اہل یورپ کھڑے ہو کر جانوروں کی طرح کھائیں تو ہمارے بھائی بھی اسی کو ترقی کی علامت سمجھ کر اپنانے میں کوئی تامل نہیں کرتے۔ آج ہندوستان میں مسلم خاندانوں میں بھی شادیوں میں اس طریقے کو کافی پسند کیا جارہا ہے۔ لڑکے لڑکیاں، مرد وعورت نہایت بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ لذت کام ودہن کا لطف اٹھاتے ہیں۔ دھیرے دھیرے اسلامی طور طریقے ہماری زندگی سے ختم ہوتے جارہے ہیں، حجاب، نقاب، عفت وحیا، شرم اور جھجک، ہمارے سماج سے رخصت ہو رہے ہیں۔

نئی تہذیب کی تقلید میں ہمارے گھر کی عورتیں شمع محفل بنتی جارہی ہیں، ہمارے سماج کی خواتین اب گھر کے کام کاج کے بجائے آفس کی ذمے داریاں نبھانے اور مارکیٹ سے سودا سلف لانے میں زیادہ آرام محسوس کرتی ہیں۔ ہم اپنی بیٹیوں کو قرآن کی تعلیم اور نماز روزے کے مسائل تو نہیں سکھا پاتے لیکن انگلش میڈیم اسکولوں میں داخلہ دلانے کے بعد چین کی سانس ضرور لیتے ہیں۔ نوجوان لڑکیوں کا آفس میں کام کرنا، تنہا اسکول کالج جانا، اقامتی داروں کے ہاسٹلوں میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا کیسے کیسے مسائل کا سبب ہوتا ہے، آئے دن ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کیا اسلام ہمیں اپنی عورتوں کے بارے میں یہی درس دیتا ہے؟ کیا اسلامی تہذیب ان چیزوں کی اجازت دیتی ہے؟ شاید ان نکات پر غور کرنے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

جدید تہذیب کے خرافات میں موجودہ ترقی یافتہ مواصلاتی نظام نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے، اب بند کمروں میں بھی ہمارے بچے بچیاں محفوظ نہیں ہیں، ہماری تہذیب کو تہ وبالا کرنے والے ڈاکو ہمارے مہربان دوستوں کی طرح درون خانہ اس شان سے گھس چکے ہیں کہ ہم بڑی خوش دلی کے ساتھ ان کی ضیافت کر رہے ہیں، آخر وہ ایک دن ہمارا سب کچھ لوٹ کر چلے جائیں گے اور ہمارے پاس کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ موبائل، انٹرنیٹ، ڈش، ٹی وی، سی ڈی، ڈی وی ڈی کی شکل میں اب ہمارے گھروں میں ہر طرح کے سامان خرافات مہیا ہیں۔ آج جب تک ہمارے بیڈ روم میں کلر ٹی وی اور انٹرنیٹ کنکشن سے لیس کمپیوٹر موجود نہیں ہوتا ہم اپنے آپ کو نامکمل محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں اگر مہنگا اور جدید ترین ورزن کا موبائل نہ ہو تو ہم اپنے دوستوں سے جھجھک محسوس کرتے ہیں، آخر ایسا کیوں ہے۔ صرف اس لیے کہ ہم نے ان لوازمات کو اپنے ترقی یافتہ ہونے کا معیار سمجھ لیا ہے، اور ان کے بغیر ہم اپنے آپ کو نامکمل محسوس کرتے ہیں، یہ جدید تہذیب سے مرعوبیت اور قدیم اسلامی تہذیب سے بے زاری کی وجہ سے ہے۔

ہمارے جدید معاشرے میں جو برائیاں رائج ہو رہی ہیں ان میں شراب ایسی برائی ہے جس کو نشہ کے ساتھ ساتھ فیشن کا درجہ بھی حاصل ہے، آج شراب پینے والوں کا ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو شراب نوشی کو فیشن سمجھتا ہے، آج کی پارٹیوں کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی، افسوس اور شدید افسوس کی بات ہے کہ مسلم معاشرے میں یہ لعنت تیزی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے۔ شراب کی حرمت اور اس کے نقصانات سے کون مسلمان واقف نہیں، لیکن جدیدیت کے نشے میں سارے اسلامی احکام کو بالائے طاق رکھ کر شیطان کی پیروی کو اپنے لیے فخر و مباہات سمجھا جا رہا ہے۔ میوزک یعنی گانا بجانا ہمارے معاشرے کا حصہ بنتا جا رہا ہے، ہماری کوئی بھی تقریب میوزک سے خالی نہیں ہوتی، ہمارے نوجوان کفریات پر مشتمل گانوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے، اسلام کی مقدس شہزادیوں کو ڈانس کے اسٹیجوں میں تھرکتے دیکھا جا رہا ہے، آج کے جدید سماج میں بسنے والا مسلمان اسے قبیح بھی نہیں سمجھتا، بلکہ اسے بھی تعلیم کا ایک حصہ سمجھتا ہے۔ نادان باپ اپنی بیٹی کو ڈانس کے اسٹیج پر دیکھ کر فخر محسوس کرتا ہے، ہمارے ایک دوست نے بتایا کہ ان کے یہاں کا ایک جدت پسند اور دین بے زار مسلم بینک مینیجر اپنے یہاں کے ایک مفتی سے بڑے سنجیدہ انداز میں کہتا ہے، حضرت! میری بیٹی ڈانس کے مقابلے میں شرکت کر رہی ہے، آپ دعا فرمادیں کہ وہ کام یاب ہو جائے۔ مفتی صاحب لاحول پڑھتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنی بیٹی کی ڈانس کے مقابلے میں شرکت پر عار نہیں بلکہ فخر محسوس کرتا ہے، آخر مسلمانوں میں یہ سوچ اور اس قدر بے حسی کہاں سے پیدا ہوئی؟۔ مسلمان اپنی ہی تہذیب اور اپنے ہی دین سے اس قدر نا آشنا کیوں ہو گیا؟۔

قدیم تہذیب کے مقابلے میں جدید تہذیب کے اندر اسباب تعیش کی فراوانی ہے، جدید آلات نے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں، گھنٹوں کا کام منٹوں میں ہو رہا ہے، نہ ٹھنڈی کی فکر ہے اور نہ گرمی سے کوئی پریشانی، ہر طرف چکا چوند ہے، پیسوں کی ریل پیل ہے، ایسے سماج میں سانس لینے والا انسان بھی اگر اضطراب اور بے چینی کا اظہار کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ — ع

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پر تھے

درج بالا سطور میں میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے میرا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ جدید ایجادات ہمارے لیے ممنوع ہیں، اور ان کا استعمال ترک کر دیا جائے، کمپیوٹر، انٹرنیٹ سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، اپنے بچے اور بچیوں کو دینی و عصری تعلیم سے دور رکھا جائے بلکہ مقصد صرف اتنا ہے کہ ان کا صحیح استعمال کیا جائے، ہر اس جدید طرز زندگی سے بچا جائے جس سے اسلامی تہذیب و ثقافت کا خون ہوتا ہو۔ اپنی تہذیب و ثقافت کی بقا بہر حال ضروری ہے اسی میں ہماری کام یابی مضمر ہے۔ ہماری کوشش یہ ہو خذ ما صفا و دع ما کدر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ایک ایسا سماج تشکیل دیں جو قدیم صالح اور جدید نافع کا ایک حسین سنگم ہو۔ اللہ ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔☆

آئینِ نو اور طرزِ کہن - نظریات کی جنگ

مہتاب پیامی، کمپیوٹر شعبہ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور payamee@gmail.com

۱۹۷۹ میں خمینی کی قیادت میں ایران میں نام نہاد اسلامی انقلاب آیا۔ انہوں نے روس کے صدر میخائیل گورباچوف کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ اور بعد میں روس اپنے داخلی اقتصادی بحران اور امریکہ کی طرف سے عسکری دباؤ کی تاب نہ لا کر بکھر گیا اور تب نظریات کی ایک نئی جنگ شروع ہوئی جسے "اسلام بمقابلہ مغرب" کہا جاتا ہے۔ سرد جنگ کے دنوں میں مغرب اور اسلام نے کمیونزم کے خلاف جنگ لڑی۔ کمیونزم کی شکست کے بعد مغرب اور اسلام میں بحث شروع ہوئی۔ اور یہ بحث ابھی جاری ہی تھی کہ گیارہ ستمبر کے حملوں کے بعد امریکی صدر جارج بش نے ایک بار پھر جانے یا انجانے میں، ایک اور صلیبی جنگ چھیڑنے کی بات کہہ ڈالی۔ صدر بش کے لفظ "صلیبی جنگ" کے استعمال پر مسلم دنیا نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور امریکی صدر کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑے۔ اب سوال یہ ہے کہ مغرب اور اسلام میں یہ کشیدگی کیوں ہے؟ اسلام کیا کہتا ہے؟ مغرب کیا کہتا ہے؟

مغربی ممالک کا کہنا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کی گنجائش نہیں، فرد کی آزادی نہیں ہے، اور سود کی ممانعت ہے جو دور جدید کی معیشت میں کامیابی کا ایک جائز اور قانونی محور ہے۔ مغربی مبصرین کہتے ہیں کہ اسلام عورتوں کو آزادی نہیں دیتا۔ اسلام کہتا ہے کہ عورت صدر مملکت نہیں بن سکتی ہے۔ یہاں تک کہ سر پر دوپٹہ نہ رکھنے والی کئی لڑکیوں کو مسلم شدت

پسندوں نے قتل تک کرڈالا ہے۔ماہرین عمرانیات کا قول ہے کہ اسلام میں جرم وسزا کا جو قانون ہے جیسے پتھر مارنا، پھانسی دینا، کوڑے مارنا، ان سب کا مقصد مجرم کی اصلاح کرنا نہیں بلکہ سماج کے جذبات کو تسکین فراہم کرنا ہے۔

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ مغربی معاشرہ انسانی رشتوں کو برقرار رکھنے سے قاصر ہے، خاندان کا شیرازہ بکھر رہا ہے، بغیر شادی کیے ماں باپ بننے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے۔ مغرب کے مقابلے میں اسلام کا اخلاقی معیار بہتر ہے کیوں کہ مغرب کی طرح یہ اسقاط حمل اور ہم جنس شادیوں کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ عام طور سے اسلامی دنیا میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ مغربی ممالک مسلم حکومتوں کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ پہلے انھوں نے صدام حسین کو ایران کے خلاف لڑایا، پھر روس کے خلاف افغان مجاہدین کی حمایت کرتے رہے، اس طرح کی اور بھی متعدّد مثالیں ہیں۔مسلم مفکر کا کہنا ہے کہ مغرب نے اسلام کو سمجھنے کی کبھی سنجیدہ کوشش کی ہی نہیں۔ قرآن دوسرے مذاہب کو پوری آزادی فراہم کرتا ہے۔ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور عبادت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جب کہ اہلِ مغرب کے یہاں اس قسم کی آزادی کا تصور ہی محال ہے۔

لندن سے شائع ہونیوالے عربی اخبار القدس کے ایڈیٹر عبدالباری اتوان کہتے ہیں:

سن دوہزار ایک میں جب امریکہ نے افغانستان میں اسامہ بن لادن اور طالبان کے خلاف جنگ چھیڑی تو اسے پوری دنیا میں اسلام کے خلاف جنگ سمجھا جانے لگا۔ بیشتر ملکوں میں مسلم نوجوان سڑکوں پر نکل آئے۔ مشرق بعید میں انڈونیشیا، ملیشیا اور فلپائن سے لے کر مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک اور برطانیہ میں بھی مغربی حکومتوں کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ گیارہ ستمبر کے حملوں کے فوراً بعد بعض مقامات پر اظہار مسرت کیا گیا اور اس طرح کے خدشات کا اظہار بھی کیا گیا کہ اسرائیل اور فلسطینیوں کا مسئلہ کہیں پوری دنیا میں مغرب کے خلاف تشدد کا باعث نہ بن جائے۔ اس کی ایک وجہ تو شاید یہ ہو کہ یروشلم جو آج اسرائیل کے قبضے میں ہے وہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے اور اس سے مسلمانوں کا مذہبی اور جذباتی لگاؤ ہے۔ لیکن تاریخ کے اوراق الٹیے تو مسلمانوں اور مغرب بالخصوص یوروپ کے درمیان ایک گہرا رشتہ رہا ہے۔ مسلم ریاستوں اور یوروپی ملکوں کے درمیان جنگیں ہوئی ہیں، ایک وقت جب مغرب نے علم وفنون سے لاتعلقی اختیار کرلی تھی تو مسلمانوں نے یہ علم حاصل کیا اور مغرب کو خود اس کی وراثت سے روشناس کرایا۔

آٹھویں صدی میں مسلم ماہر ریاضیات الخوارزمی نے "ڈیسی مل سسٹم" (Decimal System) یعنی نظام اعشاریہ دریافت کیا جس کی بنیاد پر آج پوری دنیا کا کمپیوٹر نظام قائم ہے اور آپ کو حیرت ہوگی کہ لفظ "الجبرا" الخوارزمی کی کتاب "الجبروالمقابلہ" کے نام سے منسوب ہے۔ مشرق وسطیٰ کا مغرب سے خصوصی تعلق اس لیے بھی ہے کہ یوروپ پر جن مسلمانوں نے قبضہ کیا وہ مشرق وسطیٰ سے آئے تھے۔

پھر یہاں ایک سوال یہ کھڑا ہوتا ہے کہ مغرب کی موجودہ لڑائی صرف مسلمانوں کے نام ہی کیوں ہے اور کب شروع ہوئی؟

روس کے بکھرنے کے بعد کمیونزم بین الاقوامی سطح پر سیاسی مباحث سے باہر آچکا تھا۔ اور دانشور حلقوں میں یہ سوال اٹھنے لگا کہ کیا اب دنیا پر مغرب بالخصوص امریکہ کا تسلط ہوگا؟ تب دو دانشوروں نے ایک نئی بحث کا آغاز کیا۔ ۱۹۹۳ء میں ہاورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن نے نیویارک سے شائع ہونے والے موقر جریدے "فارن افیئرس" میں "تہذیبوں کے درمیان تصادم" کے نام سے ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے یہ بحث کرنے کی کوشش کی کہ آنیوالے برسوں میں بین الاقوامی سطح پر تعلقات کی بنیاد ملک نہیں بلکہ تہذیبیں اور معاشرے ہوں گے۔

پروفیسر ہنٹنگٹن نے اپنا یہ نظریہ ایک دوسرے مضمون کی ضد میں پیش کیا تھا۔ "تاریخ کا اختتام" یعنی End of History کے زیر عنوان ۱۹۹۲ میں "نیشنل انٹیریسٹ" نامی رسالے میں شائع اس مضمون کے مصنف "فرانسس وکویاما" نے یہ بحث چھیڑی تھی کہ مغرب کی "لبرل ڈیموکریسی" یعنی آزاد جمہوریت انسانی نظریۂ سیاست کا آخری پڑاؤ ہے اور اس کے سامنے فاشزم، بادشاہت اور کمیونزم جیسے نظریات نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔

انھوں نے یہ بھی کہا کہ اب انسان کے پاس لبرل ڈیموکریسی سے بہتر طرز حکومت نہیں ہوسکتا اور انسانی فکر نظریاتی عروج کی آخری منزل پر ہے۔ اور تب ہنٹنگٹن نے اپنا جوابی مضمون لکھ کر یہ بحث چھیڑی کہ ابھی تو تہذیبوں اور نظریات کی جنگ ہونی باقی ہے۔

جن لوگوں نے ہنٹگنٹن کی مضمون "تہذیبوں کے تصادم" کا مطالعہ کیا ہے ان کا خیال ہے کہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مغرب اور اسلام ہی وہ تہذیبیں ہیں جو ماضی میں براہ راست ایک دوسرے کے مدمقابل

رہی ہیں ورنہ اسلام بمقابلہ چین، یا مغرب بمقابلہ چین، یا اسلام بمقابلہ جاپان جیسے سوالات بھی اٹھتے۔ کچھ دانشوروں کا خیال یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس احساس کا شکار ہے کہ مسلمان تعلیمی اور معاشی میدان میں کافی پیچھے ہیں۔ اور ان کا غصہ مغربی ممالک کے خلاف اٹھتا ہے کیوں کہ یہ مغربی ممالک بدعنوانیوں میں ملوث مسلم حکومتوں کی حمایت اپنے مفاد کی خاطر کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلم عوام کا اپنی حکومتوں کے خلاف جو غصہ ہے وہ بھی مغرب کو اپنا نشانہ بناتا ہے۔

بلکہ ہنٹنگٹن اور دیگر دانشوروں کا یہ بھی خیال رہا ہے کہ اگر چین اور کوئی مسلم طاقت آپس میں مل جائیں تو شاید مغربی ممالک کے لیے اکیسویں صدی کا سب سے بڑا مسئلہ پیدا ہو۔

کچھ لوگوں کا تو خیال ہے کہ مغرب کو چیلنج کرنے والا نظریہ اب صرف اسلام ہی رہ گیا ہے۔ اور مغربی مفکروں نے اسلام کے خلاف اپنے مشورے دینے شروع کر دیے ہیں۔

پروفیسر ہنٹنگٹن ”نیوز ویک“ نامی امریکی رسالے کے ایک خصوصی شمارے میں ایک دلچسپ بات لکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مغرب کے خلاف مسلمانوں کے جذبات میں شدت اس لیے ہے کہ ان دنوں مسلمانوں کی آبادی میں سولہ سے تیس برس کے نوجوانوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ انہوں نے اسے نوجوانوں کی تعداد میں اضافے یا ”یوتھ بلج“ کے نام سے تعبیر کیا ہے، لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ تعداد سن دو ہزار بیس تک کافی کم ہو جائے گی۔ حالاں کہ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر امریکہ اسرائیل کی طرف اپنی پالیسی میں ذرا تبدیلی لائے تو مسلم نوجوان امریکہ اور مغربیت کے اتنے خلاف نہ ہوں بالکل اسی طرح جیسے حالیہ دنوں میں ایران میں امریکہ مخالف جذبات میں نرمی نظر آنے لگی ہے۔

لیکن کچھ مبصرین یہ کہتے ہیں کہ القاعدہ کے خلاف امریکہ نے جو نہ ختم ہونے والی مہم شروع کر رکھی ہے اس سے تو نہیں لگتا ہے کہ اسلام اور مغربیت کی یہ کشیدگی کبھی ختم ہو سکے گی۔ انگریزی ہفتہ وار ”نیوز ویک انٹرنیشنل“ کے ایڈیٹر فرید زکریا نے ایک حالیہ شمارے میں لکھا ہے آج کا انقلابی اسلام ہتھیار بند نظریہ ہے اور ”ایڈمنڈ برک“ کا کہنا ہے کہ ماضی کے دیگر ہتھیار بند نظریوں مثلاً فاشزم کی طرح اس وقت تک انقلابی اسلام ہار نہیں مانے گا جب تک اسے فوجی شکست نہ دی جائے۔

تو کیا یہ مان لیا جائے کہ آج کا انقلابی اسلام ایک ہتھیار بند نظریہ ہے اور معصوم انسانوں کے خلاف تشدد کی حمایت کرتا ہے؟

بی بی سی کے معروف مبصر طفیل احمد لکھتے ہیں:

میں نے برطانیہ کی باتھ یونیورسیٹی میں عالمی امور کے پروفیسر ڈاکٹر افتخار ملک سے اس سوال کا جواب جاننا چاہا۔ افتخار ملک کا جواب تھا کہ سارے اسلامی سیاسی تجربے کو، ٹراجیکٹری کو صرف آرمڈ ریوولٹ (جنگی اصلاح) کے حساب سے دیکھنا ایک نامناسب بات ہے، کیوں کہ دنیا میں تقریباً ایک بلین سے زیادہ مسلمان موجود ہیں اور ان کے مختلف قسم کے مسائل ہیں، لہٰذا تمام مسلم کمیونٹی اور ممالک کے بارے میں کہنا کہ وہاں صرف آرمڈ اسٹرگل (ہتھیار بند جدوجہد) ہی جاری ہے یہ مناسب نہیں ہوگا۔

بیشتر مسلم ممالک میں جمہوریت کا نہ ہونا، مسلم کو فنڈامینٹلزم کے نام سے تعبیر کر دینا، دنیا میں آرمڈ اسٹرگل یعنی مسلح اسلامی جدوجہد کو ایک ملٹری پس منظر میں دیکھنے کی کوشش، اس طرح کے سبھی سوالات شاید مستقبل قریب میں مغرب کی سیاسی بساط پر رقص کرتے رہیں گے۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مغرب اور اسلام کے درمیان مفاہمت کا کوئی راستہ نہیں ہے؟ اس کے جواب میں اردن کے شہزادہ حسن کہتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف اسلامی ردعمل کا مقصد ہونا چاہیے کہ ایک ایسی کوشش کی جائے کہ مغربی ممالک اس بات کو سمجھیں کہ دہشت گردی کے خلاف جوابی کاروائی صرف طاقت کے استعمال سے نہ ہو۔ دہشت گردی کا جواب بحث و مباحثے، خیالات اور نظریات کی سطح پر بھی دینے کی ضرورت ہے۔

آنے والے دنوں میں بھی مغرب اور اسلام کی بحث جاری رہے گی۔ تاریخ میں ایسے انسان پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے ایسے حالات میں جہاں ہتھیار سے مسائل حل نہیں ہو سکے، الفاظ اور نظریات کی طاقت سے دنیا کی تصویر بدلی ہے۔ مغرب کے مکینوں کو اسلام کو سمجھنا ہوگا۔ اسلامی دنیا میں مغرب کے مثبت پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔

آج جب انسان مریخ پر جانے کے لیے پر تول رہا ہے تو مغرب اور اسلام کو مل کر ایک ایسے مشترکہ مستقبل کا خواب دیکھنا ہوگا جس میں ایک کثیر المعاشرہ سماج کی تشکیل ممکن ہو۔ اور جہاں ہر مذہب، ہر مکتب فکر، ہر معاشرے اور ہر تہذیب کے لوگ اپنی زندگی اپنے طرز پر گزار سکیں۔

☆☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب	:	ایصالِ ثواب کی تحقیق
مصنف	:	مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
صفحات	:	۱۳۶ طباعت: دسمبر ۲۰۱۳ء
ناشر	:	غوث الوریٰ اکیڈمی، الجامعۃ الرضویہ کلیان، تھانہ، مہاراشٹر
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت مسلم ہے۔ مروجہ فاتحہ اور نذر و نیاز میں گو کہ اختلاف ہے، لیکن نفسِ ایصالِ ثواب کو ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم، قاضی شوکانی، نذیر حسین دہلوی، تھانوی اور گنگوہی جیسے وہابی علما نے بھی جائز لکھا ہے۔ ایک مسلمان جو نیک کام کرتا ہے فرض، نفل، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت، ذکر و اذکار، صدقات و عطیات وغیرہ ان سب کا ثواب وہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے، اسی کا نام ”ایصالِ ثواب“ ہے۔

کتاب و سنت، اقوالِ ائمہ و ارشاداتِ فقہا سے ایصالِ ثواب کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ علماے اہلِ سنت نے اس موضوع پر گراں قدر تحقیقات و تصنیفات سے مسئلے کی شرعی نوعیت کو واضح فرمایا ہے۔ انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ اور علامہ ظفر الدین بہاری کی کتاب ”نصرة الأصحاب بأقسامِ ایصالِ ثواب“ اس موضوع پر بڑی اہم کتابیں ہیں، جن میں اپنے موقف کا ثبوت بھی ہے اور منکرینِ ایصالِ ثواب کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات بھی۔

زیرِ نظر کتاب ”ایصالِ ثواب کی تحقیق“ اسی موضوع پر ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ محب گرامی جناب مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی نوجوان مفتیانِ اہلِ سنت میں اپنے گوناگوں اوصاف و خصوصیات کی وجہ سے ایک منفرد و ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ تعلیم و تدریس اور فقہ و افتا کی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ ہونے کے ساتھ تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق اور اس فن میں یک گونہ کمال رکھتے ہیں۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب اور مصنف کے حوالے سے بڑا جامع اور حقیقت افروز تبصرہ فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”نوجوان فاضل محقق حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کی دوسری تازہ ترین تصنیف ”ایصالِ ثواب کی تحقیق“ ہے۔ حضرت مصنف دام ظلہ العالی عالمِ شباب ہی میں کہنہ مشق قلم کار اور بے پناہ علمی اور فقہی بصیرتوں کے حامل ہیں۔ موصوف کی یہ کہنہ مشقی صرف دار الافتا اور دار القضا تک ہی نہیں ہے، بلکہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں بھی امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور مدلل مقالہ ہے۔ موصوف نے بڑی حد تک موضوع کے ذیلی گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے۔“ (زیرِ تبصرہ کتاب، ص:۱۷)

فاضل مصنف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ جدید تحقیقی اسلوب اور عصری تقاضوں کے مطابق کتاب کو مرتب کیا ہے اور موضوع سے متعلق تمام امکانی گوشوں پر عالمانہ و محققانہ بحثیں کی ہیں۔ حوالوں کا بھرپور التزام ہے اور طرزِ بیان انتہائی سنجیدہ ہے۔ کتاب کے مندرجات حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) ایصالِ ثواب کی حقیقت (۲) ایصالِ ثواب کی صورتیں (۳) ایصالِ ثواب کا ثبوت: قرآن و احادیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں (۴) کھانے کی چیز سامنے رکھ کر دعا کرنے کا ثبوت (۵) ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے اور ایصالِ ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟ (۷) غیر مسلموں کی دُکان کی مٹھائی پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟ (۸) بدمذہبوں کو فاتحہ کی چیز دینا کیسا ہے؟ (۹) بدمذہبوں کو ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟ (۱۰) ایصالِ ثواب کے لیے دن مقرر کرنا (۱۱) ایصالِ ثواب کے لیے اجرت لینا اور دینا کیسا ہے؟ (۱۲) قبرستان میں موم بتی جلانا اور قبر پر اگر بتی سلگانا اور عطر و صندل وغیرہ چھڑکنا کیسا ہے؟ (۱۳) مزار بنانے کا شرعی حکم (۱۴) قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا (۱۵) میت کے گھر کھانا کب تک اور کتنا بھیجنا چاہیے؟ وغیرہ۔

یہ چند ایسے ضروری مسائل ہیں، جن کے بارے میں عوام آئے دن علماے کرام سے استفسار کرتے رہتے ہیں۔ مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی زید مجدہ نے ان تمام مسائل کو کتابی شکل میں جمع کر کے ایک بڑا کام انجام دیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور کتاب کو مقبولِ عام بنائے۔ آمین۔

نام کتاب	:	بائبل میں نقوشِ محمدی ﷺ
مصنف	:	جاوید احمد عنبر مصباحی
صفحات	:	۴۹۶ طباعت: مارچ ۲۰۱۳
قیمت	:	۲۸۰ روپے
ناشر	:	برکاتی بک ڈپو، خواجہ بازار، گلبرگہ شریف، کرناٹک
مبصر	:	محمد طفیل احمد مصباحی

نبی اکرم ﷺ کی نبوتِ مطلقہ اور سیادتِ عامہ کا تذکرہ اکثر الہامی کتابوں میں موجود ہے۔ خاص طور سے توریت، انجیل اور زبور میں آپ ﷺ کا ذکرِ جمیل مختلف پیرائے میں بیان ہوا ہے۔ قرآنی ارشاد کے مطابق اہلِ کتاب محمد ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنی اولاد و ابنا کو پہچانتے ہیں۔ یعنی یہود و نصاریٰ کو محمد عربی ﷺ کی نبوت و رسالت کا بھرپور علم تھا، لیکن مذہبی تعصب اور ہٹ دھرمی کے باعث انھوں نے رسالتِ محمدی ﷺ کا انکار کر دیا اور آپ ﷺ پر ایمان نہ لا کر ابدی سعادت سے محروم رہے۔

قرآنی حکایت کے تناظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو تا حیات یہ مژدۂ جاں فزا سناتے رہے: ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد. میں تمھیں اپنے بعد ایک ایسے رسول کی آمد کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔

یہودیت کی طرح عیسائیت بھی فریبِ نفس اور تعصب کے مرض میں بری طرح مبتلا تھی۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے اس واضح فرمان کے باوجود اربابِ شلیث ایمان بالتوحید کے ساتھ ایمان بالرسالۃ سے محروم رہے۔

عہد نامۂ جدید و قدیم یعنی بائبل کے مختلف صفحات میں نقوشِ محمدی ﷺ کی چاندنی بکھری ہوئی ہے اور زبانِ حال سے نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دے رہی ہے۔ بائبل کی ان دبیز تہوں کے نیچے چھپے مطالبِ عالیہ اور بشاراتِ محمدیہ کو تحقیق و تفتیش کے ساتھ منظرِ عام پر لانا، یہ کسی کوہ کنی کے عمل سے کم نہ تھا اور اس کام کو ایک جفاکش قیس و فرہاد ہی انجام دے سکتا تھا۔

الحمد للہ! جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ایک لائق فرزند مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی نے بے پناہ محنت و مشقت کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر پوری جماعت کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ اور دوسرے افراد کو دعوتِ فکر و عمل بھی دیا ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ کل تک جس کام کو کالج کا پروفیسر اور یونیورسٹی کا ایک محقق انجام دیا کرتا تھا، آج اسی کام کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ایک ہونہار فارغ التحصیل انجام دے رہا ہے۔

یہ در اصل جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا علمی و روحانی فیضان ہے، اس گراں قدر کتاب کو لباسِ وجود پہنانے کا سہرا براہِ راست جامعہ اشرفیہ کے "شعبۂ تقابلِ ادیان" کے سر جاتا ہے، جہاں رہ کر عنبر مصباحی نے تقابلِ ادیان اور مطالعۂ مذاہب کا کورس مکمل کیا ہے۔ مولانا موصوف نئی پیڑھی کے قلم کاروں میں ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ تقابلِ ادیان ان کا دلچسپ موضوع ہے اور اس پر انھیں عبور بھی حاصل ہے۔ اس سے قبل "اسلام اور عیسائیت: ایک تقابلی مطالعہ" لکھ کر اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "بائبل میں نقوشِ محمدی ﷺ" باذوق افراد کے لیے بالعموم اور تقابلِ ادیان کے طلبہ کے لیے بالخصوص ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے۔ اس وقیع مجموعے میں بائبل میں موجود نقوشِ محمدی ﷺ کے جمال و کمال کے جلوے، ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ جناب عنبر مصباحی نے انتہائی جاں فشانی، کمالِ محنت و مشقت اور شب و روز کی پیہم کوششوں سے ان تمام بشارتوں کو جو بائبل میں موجود ہیں مکمل توضیحات و تشریحات اور حوالہ جات کے ساتھ بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔

عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی، داعیِ اسلام مفتی عبد الحلیم رضوی اور ادیبِ عصر مولانا نفیس احمد مصباحی دام ظلہم کے تاثرات کتاب کو سندِ اعتبار اور کلاہِ افتخار فراہم کرتے ہیں۔

حضرت مفکرِ اسلام لکھتے ہیں:

> اس کتاب کو کوئی بھی عیسائی عصبیت کی عینک اتار کر مطالعہ کرے گا تو وہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عظمت کا قائل ہوگا اور وہ اسلام نہ بھی قبول کرے تو بھی کم از کم ان کی نبوتِ مطلقہ اور سیادتِ عامہ کا انکار نہ کر سکے گا۔" (بائبل میں نقوشِ محمدی ﷺ، ص:۳۱)

یہ تاثر اپنی جگہ درست ہے، لیکن کتاب کے اردو زبان میں ہونے کے سبب عیسائی حضرات اس کا مطالعہ بھی کریں؟ یہ بہت دور کی بات ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کو انگریزی زبان میں بھی منتقل کیا جائے اور باضابطہ انٹرنیٹ پر بھی اپلوڈ ہو، تاکہ ہمیں خاطر خواہ کامیابی مل سکے۔ کتاب کا آغاز ایک مقدمہ سے ہوتا ہے، جس میں موضوع سے متعلق چند اہم باتیں پیش کرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ موجودہ بائبل میں جا بجا تحریف کی گئی ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت میں ۱۲؍ دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ بعد ازاں بائبل سے نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد و بعثت سے متعلق ۵۰؍ بشارتیں ذکر کی گئی ہیں۔

کتاب کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ فاضل مصنف نے انگریزی بائبل کی عبارتوں کا ترجمہ خود نہیں کیا ہے، بلکہ اردو بائبل کے تراجم انگریزی عبارات کے ساتھ پیش کیے ہیں، تاکہ مد مقابل ترجمہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش نہ کر سکے۔ پوری کتاب اپنے موضوع و مواد اور اسلوب و بیان کے لحاظ سے عمدہ اور لائق مطالعہ ہے۔ اس گراں قدر علمی اور تحقیقی کاوش پر ہم مولانا عنبر کو داد اور مبارک باد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے اور کتاب کو مقبولِ عام بنائے۔ ☆☆☆

منظومات

حمدِ باری تعالیٰ

لفظ کُن کہہ کے ہر اک شے کو بنایا تونے
اپنا اعجاز زمانے کو دکھایا تونے
دن کے آنگن میں اگایا یہ چمکتا سورج
شب کے آنچل کو ستاروں سے سجایا تونے
دے کے محبوب کے ہاتھوں میں ہدایت کی کتاب
آدمی سے ہمیں انسان بنایا تونے
یاس کی تیرہ شبی ہو گئی طاری جب بھی
دل میں امید کی شمعوں کو جلایا تونے
جب کڑی دھوپ ستانے لگی رَستے میں ہمیں
اپنی رحمت کا وہاں کر دیا سایہ تونے
شکر کرتا ہے ادا تیرے کرم کا یہ سعیدؔ
اس کی سوئی ہوئی قسمت کو جگایا تونے

نعت

سرورِ دیں نے ہمیں بخشا ہے اک ایسا نصاب
جس میں موجود ہے دنیا کے سوالوں کا جواب
جس کی خوشبو سے مہکتی ہے سماعت اب تک
آپ کے لب پہ کھلے تھے وہ تبسم کے گلاب
جب کڑی دھوپ میں نام ان کا زباں پر آیا
سائباں ہو گیا ہر ایک پہ رحمت کا سحاب
حشر تک روشنی جو دیتی رہے گی ہم کو
آپ نے دی ہے ہمیں ایسی ہدایت کی کتاب
رحمتیں آپ کی ہیں عام زمانے کے لیے
جن کی حد ہے نہ کوئی اور نہ ہی کوئی حسابؔ
گر ملے ان کی شفاعت کا اشارہ اے سعیدؔ
سر سے ٹل جائے گا ہر عاصی کے محشر کا عذاب

از: سعید رحمانی ایڈیٹر ادبی محاذ، کٹک، اڑیسہ

نعت

سرکار کے جیسا کوئی انسان نہیں ہے
مخلوق میں ان سا کوئی ذیشان نہیں ہے
ہیں وصف پیمبر میں کتابیں تو بہت سی
قرآں سا مگر نعت کا دیوان نہیں ہے
کیسے وہ سمجھ پائیں شہِ دین کا رتبہ
خود اپنی ہی جن لوگوں کو پہچان نہیں ہے
شاہانِ زمانہ کی عدالت میں یقیناً
قرآں کی طرح عدل کا فرمان نہیں ہے
جو اپنی طرح کہتا ہے محبوبِ خدا کو
کوئی بشر اس سے بڑا نادان نہیں ہے
ہمراہ مرے حبِ شہِ دیں کے علاوہ
بخشش کے لیے کوئی بھی سامان نہیں ہے
تحسینؔ وہ دل زندہ نہیں مردہ ہے جس میں
دیدارِ نبی کا کوئی ارمان نہیں ہے

از: تحسین عالم رضوی، بھاگل پور

نعت

خدا کرتا نہیں مقبول ایسوں کی عبادت تک
نبی کی دشمنی کھا جاتی ہے زہد و ریاضت تک
اگر ایمان ہے تو بندگانی کام آتی ہے
نہیں تو رائگاں جاتی ہے سجدوں کی عبادت تک
عقیدت سے اگر نکلے مدینہ کی زیارت کو
کرم کا سائباں رہتا ہے منزل کی مسافت تک
عمل سے نیکیوں میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن
فقط ایمان ہی کا راستہ جاتا ہے جنت تک
وصیؔ صاحب اگر سچی عقیدت ہے مجبیؒ سے
کبھی پہنچو بھی دربارِ محبِ اعلیٰ حضرت تک

از: وصی مکرانی واجدی، سرلاہی، نیپال

صدائے بازگشت

ماہ نامہ اشرفیہ میں ہر ذوق کے قارئین کی سیرابی

محترم مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب! سلام مسنون

آپ کا ماہ نامہ اشرفیہ پہلی بار باصرہ نواز ہوا ساتھ میں گلستان بھارت اور مناقبِ حافظِ ملت کی دو کاپیاں بھی ملیں۔ اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ کا ماہ نامہ صوری حسن اور معنوی جمال کے اعتبار سے لائقِ تحسین ہے۔ علمی، دینی، سیاسی اور ادبی شمولات کی شمولیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسالہ ہر ذوق کے قارئین کی سیرابی کا باعث ہے۔ اللہ کرے یوں ہی ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔

اپنا رسالہ "ادبی محاذ" ان شاء اللہ آپ کو بھیجوں گا۔ ایک حمد باری اور ایک نعت پاک ارسالِ خدمت ہے۔ پسند آنے پر شاملِ اشاعت کر لیں تو عنایت ہوگی۔ خیر طلب سعید رحمانی

مدیر ماہ نامہ ادبی محاذ، کٹک، اڑیسہ

ماہ نامہ اشرفیہ کی نگارشات اپنے رنگ میں نمایاں

محترم جناب ایڈیٹر صاحب!............سلام مسنون

خیریت موجود، خیریت مقصود! ماہ نامہ اشرفیہ پابندی سے مل رہا ہے۔ شکریہ۔ اس بار جناب شمسی قریشی جلال پوری کی نعت پاک اشرفیہ کے معیار کی ترجمان ہے۔ نعت پاک ہر اعتبار سے معیاری ہے۔ باقی نگارشات بھی اپنے رنگ میں نمایاں ہیں۔ خیابانِ حرم کے لیے ایک غیر مطبوعہ نعت پاک ارسال کر رہا ہوں۔ قریبی شمارے میں جگہ دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔ خیر اندیش

شفیق اشرفی جلال پوری، جلال پور امبیڈکر نگر

الجامعۃ الاشرفیہ دین کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہا ہے

مکرمی ایڈیٹر صاحب!............سلام مسنون

خدا کرے آپ بخیر وعافیت ہوں! ماہ مارچ ۲۰۱۴ء کا خصوصی شمارہ جو اشرفیہ کے اکیسویں فقہی سیمینار کے مباحث اور نتائج پر مشتمل ہے، دستیاب ہوا۔ شرکائے سیمینار کے مقالات کی تلخیصات پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور علم میں اضافہ ہوا۔ یقیناً الجامعۃ الاشرفیہ مسلک اعلیٰ حضرت اور دین کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہا ہے۔ فقہی سیمینار کی مجالس میں علمائے کرام کے اتفاق رائے سے جو مسائل حل ہوتے ہیں آج کے اس مشکل دور میں مسلم قوم کو ان سے بہت سہولیات اور آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔

مولا تعالیٰ علمائے کرام و مفتیانِ عظام کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے نورانی سائے کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے آمین۔ فقط محمد رضا حسینی

مدرسہ دینیات تعلیم القرآن، تلہر، شاہجہان پور

قابل حکیموں کے بند دواخانے

مکرمی............سلام مسنون

دورانِ گفتگو ایک صاحب علم و فضل کہنے لگے: "ہم نے عوام کو فضائل سنا سنا کر خود غافل کر دیا۔" ان کی بات اس حد تک ٹھیک بھی ہے کہ ہمارے واعظین سے فضائل سن سن کر عوام رحمت الٰہی پر یقین کر کے مطمئن ہیں، اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر ان سے کوسوں دور ہے اور یہ دن بہ دن بے عملی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رحمت کی امید سے پہلے عمل ضروری ہے جیسے کسان ہل چلا کر پہلے کھیت کو نرم کرتا، پھر اس میں بیج بوتا ہے، پھر پانی دیتا ہے اور اس کے بعد فصل کی امید لگاتا ہے۔ یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید لگانے کا ہے کہ پہلے فرائض وواجبات وغیرہ پر عمل ہو اور پھر بخشش ومغفرت کی امید لگائی جائے۔

البتہ! ہم نے اُن صاحب کی جناب میں اتنا ضرور عرض کیا: حضور! عوام کو خشیت الٰہی اور خوفِ آخرت کے ساتھ فضائل، فوائد اور مسائل بتانا کافی ہے اور اس غفلت کے اصل ذمہ دار عوام نہیں بلکہ اولاً بناوٹی صوفی، جعلی پیر اور پیشہ ور جاہل مقررین ہیں اور ثانیاً باشعور واہل علم کا غافل طبقہ ہے۔ ہمارے ایک دوست نے ہم سے ایک بار کہا: "یار! ہمارے ہاں عالم کی قدر نہیں ہے مگر پیروں کے بڑے "مزے" ہیں، اگر عوام پر راج کرنا ہے تو پیر بن جاؤ۔" موجودہ صورت حال اس سے کچھ مختلف نہیں کہ ہمارے ہاں اتنے اتائی ڈاکٹر نہیں جتنے جعلی پیر ہیں جو پیری فقیری کے نام پر عوام کی جیب اور جیپ دونوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور کھانا مریدوں کے گھر اور نمازیں مکے مدینے میں پڑھتے ہیں۔ ایسے نام نہاد "حضرت صاحب" ٹائپ لوگ پیر کم اور شیطان کے ایجنٹ زیادہ ہیں۔ رہا واعظین اور خطباء کا طبقہ تو ان میں کثیر تعداد جاہل مطلق کی ہوتی ہے۔ کئی تو صرف "کیسٹی مقررین" ہوتے ہیں اور کئی اپنی ہی طرح کے واعظین کی بے

سروپا اور غیر مستند تقریروں کی کتابوں کے "حافظ" ہوتے ہیں۔
ہمیں شکایت ایسے پیروں اور واعظین سے نہیں جو اہلسنّت کے وقار و ساکھ کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ شکوہ تو ان سے ہے جنہوں نے حصول علم کی خاطر اپنے کئی قیمتی سال صرف کئے اور سخت محنت و مشقت کے بعد سند فراغت حاصل کی بلکہ بعض خوش نصیبوں نے تو اپنے ملک سے باہر جاکر "اعلیٰ تعلیم" بھی حاصل کی مگر انہوں نے تکمیل تعلیم کے بعد اپنا رخ علمی و تحقیقی کاموں کی طرف کرنے کے بجائے صرف پیری مریدی اور وعظ و خطابت کی طرف کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس قصور و کوتاہی کا سبب وہ اہل علم طبقہ بھی ہے جو سستی و کاہلی، غیر ذمہ داری یا پھر دنیا بنانے کی فکر میں مگن ہے۔ جس نے علمی و فکری تحقیق کو چھوڑ کر اپنی ساری کوشش، سارا وقت اور ساری صلاحیت صرف پیری مریدی یا وعظ و خطابت جیسے کاموں میں لگا رکھی ہے۔ ہاں! اگر یہ کام بھی اخلاص و حکمت عملی کے ساتھ کئے جاتے تو اسلام کی ایک طرح سے خدمت ہی ہوتی۔ مگر دھن بنانے کی دھن، سستی یا پھر بے توجہی اس قدر حاوی ہوگئی ہے کہ عاقبت سنوارنے کی فکر تو دور کی بات اس کا تصور بھی نظر نہیں آتا اور حقیقت یہ ہے کہ ان معزز شخصیات میں سے بعض بے انتہا صلاحیتوں کے مالک ہیں جو بڑے بڑے علمی معرکے باآسانی سر کرسکتے ہیں مگر اس لئے نہیں کرتے کیونکہ دنیا اپنی تمام تر رعنائی و شادابی، آسائش و زیبائش اور عیش سامانی سے مزین و آراستہ ان کے سامنے کھڑی ہے، غفلت نے ان کے جذبات پر ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور لمبی امیدوں کے سپنے انہیں اپنے شکنجے میں جکڑ ہوئے ہیں۔ پھر یہ کہ بے حسی اس حد تک جا پہنچی ہے کہ ایک طرف تو ایسے کاموں کا سارا بوجھ ان افراد کے کاندھوں پر رکھ دیا گیا ہے جو باستثنائے چند اپنے "محدود وسائل" کے باوجود تحقیق و جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے اپنا دن رات ایک کر رکھا ہے اور دوسری طرف افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ یہ بے حس طبقہ امت کے ان محسنوں کی زبردست و عالی شان تحقیقات میں بے جا خامہ تلاشی، کیڑے نکالنے اور روڑے اٹکانے کا خود ساختہ "فرض" انجام دینے میں لگا ہوا ہے۔
اپنے اسلاف و اکابر کو دیکھیے کہ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ ایک طرف خطیب تھے تو دوسری طرف تصنیفی و تالیفی کام اتنا کر کے چلے گئے کہ ان کی تمام کتب کا مطالعہ تو دور کی بات ہمیں ان کے نام یاد رکھنا مشکل ہے۔ کیا خطیب بغدادی علیہ الرحمہ نے صرف خطابت پر اکتفا کیا تھا؟ کیا خانوادۂ خیر آباد نے صرف معقولات پڑھائے؟ کیا امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ نے صرف خانقاہ کو آباد کیا؟ کیا تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان مدظلہ اپنی خاندانی عظمت کے سہارے رہے؟ کیا قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے صرف اداروں کی سرپرستی کو شرف قبولیت بخشا؟ کیا شیخ الاسلام مدنی میاں زید مجدہ نے محض محدث اعظم علیہ الرحمہ کی جانشینی کو کافی سمجھا، کیا امیر اہل سنت مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ نے صرف پیر بننے پر اکتفا کیا۔
یقیناً ان تمام سوالوں کے جواب نفی میں ہیں کیوں کہ یہ اور ان جیسے لوگوں نے اپنی ذات، حیثیت، وقت اور علم کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے اندر موجود جوہر کو پہچانا اور اس کی قدر کرتے ہوئے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جنھیں دیکھ کر چشم حیرت انگشت بدنداں ہے، ان میں سے ہر ایک آسمان رشد و ہدایت کا درخشندہ ستارہ ہے جس کی چمک سے ایک جہان جگمگا رہا ہے اور ان میں سے ہر ایک نے تصنیفی، تالیفی، تحقیقی یا تبلیغی کاموں میں اپنا بھرپور حصہ ملایا ہے۔
تو پھر ہمارے وہ باصلاحیت و بااثر اور باوسائل افراد کیا سوچ رہے ہیں اور کس کے منتظر ہیں؟ یہ کب خیالوں کی دنیا سے باہر آئیں گے؟ یہ کس وقت خواب غفلت سے بیدار ہوں گے؟ یہ کیوں نہیں ہمت باندھتے اور کمر بستہ ہوتے؟ اور یہ کب غزوہ گفتار سے آگے بڑھ کر "کردار کے غازی" بنیں گے؟ اس تحریر کا مقصد کسی کی دل آزاری ہے نہ کسی پر اعتراض اور نہ ہی کسی ذمہ دار خطیب اور حقیقی خانقاہ کی گستاخی بلکہ یہ تو ایک درد ہے جس کی دوا اُن قابل حکیموں سے مانگی گئی ہے جو اپنے دواخانے بند کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

محمد آصف اقبال (کراچی، پاکستان)
(asifraza2526@gmail.com)

اگر چھوڑ کر ہی جانا تھا تو اتنی محبت کیوں بانٹ گئے

مکرمی.................. سلام مسنون
آج کل کے علما ہوتے ہی ایسے ہیں، ذرا بے عمل سے، رات رات بھر دوسروں کو عمل کی تلقین کرتے ہیں اور اگر تھوڑی بہت قلم کی سوجھ بوجھ مل جائے تو پھر کیا کہنا صفحات کے صفحات اصلاح امت کا جذبہ دکھا کر سیاہ کر دیے جاتے ہیں مگر خود ان کی زندگی دیکھیں تو وہی بے عملی، کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ علما بڑی بڑی احادیث سنا کر والدین کی خدمت کی فضیلت بتاتے ہیں اور بار بار تلقین کرنے لگ جاتے ہیں کہ والدین کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ مگر خود کیسے کیسے صدمے اور غیر برداشت چوٹیں دیتے ہیں اس کا جواب مانگو تو ملتا نہیں ہے کتنی دیر سے میں جواب مانگ رہا ہوں مگر اللہ اللہ ایسا سکوت کہ جواب کے لیے لبوں کو جنبش ہی نہیں دیتے یہی تو

ہے علما کی عادت جب عوام کی گرفت میں آتے ہیں تو چپ چاپ نکلنے کی سوچتے ہیں لیکن جب تک ہمیں مولانا عاصم القادری سے جواب نہیں مل جاتا ہم پیچھا چھوڑنے والے نہیں ہیں ہمیں خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے والد نے کہا تھا ,,اسید الحق کی کارکردگی دیکھ کر لگتا ہے کہ اب میں اطمینان سے دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا میرا بیٹا خانقاہ کے نظام کو بخوبی نبھالے گا،، ایک بوڑھے باپ نے جس کے سر کے بال سفید اور پلکیں پک گئی ہوں آنکھوں کی بینائی کمزور پڑ گئی ہو کیسی کیسی امیدیں باندھ رکھی تھیں، اور ان ضعیف نگاہوں میں مستقبل کے کیسے منظر سجائے تھے کیسی آرزوئیں تھی مگر توبہ زمانہ کی ستم ظریفی کہ بیٹے کی ذرا سی بے وفائی نے بوڑھے باپ کے تمام خوابوں پر اس طرح پانی پھیر دیا کہ اس کی نگاہوں نے مایوس ہو کر دوسرا خواب دیکھنے کی امید ہی کھودی، یہ نہ ہوا والدین کو تکلیف پہنچانا؟ ایک ضعیف باپ جس نے تمھیں تراشا، تمھاری شخصیت کو بڑے بڑے معمار بلا کر اپنی نگاہوں کے سامنے پروان چڑھایا اور پوری عمر تمھارے لیے گنوادی کم سے کم اتنا تو ٹھہر جاتے کہ باپ کی روح سکون سے نکل جاتی، اتنا تو آپ کو بھی پتہ تھا کہ ان بوڑھے کاندھوں میں اتنی سکت باقی نہیں رہی ہے کہ جوان بیٹے کی لاش شہر خموشاں تک پہنچادے......... یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم مجبور تھے، اس سے اچھا تو یہ تھا کہ آپ اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں، اب ہم کیسے مان لیں کہ آپ مجبور تھے اور تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جایے کہ آپ نے جان بوجھ کر خانقاہ کے ساتھ ساتھ پوری ملت سے بے وفائی نہیں کی، مگر اتنا تو طے کہ کہیں نہ کہیں آپ کی بھی مرضی تھی، ورنہ آپ تو شاہ بغداد کے بادہ خوار تھے اور انہیں کے جوار کی مٹی سے آپ کا خمیر تیار ہوا تھا (یہ بھی طے ہو چکا ہے) اور ہم نے تو سنا ہے کہ شاہ بغداد ایسے ولی ہیں جنہوں نے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی بارات کو سلامت نکال دیا، کئی مردوں کو اپنے حکم سے جلا دیا کیا آپ ان سے اتنا عرض نہ کر سکتے تھے ...... شاہ شاہاں ! پوری ملت کا کام پڑا ہوا ہے، ہزاروں منصوبے ہیں جنہیں دوست واحباب نے بڑی ذہن سوزی سے تیا رکیا ہے، اہل سنت پر چھائے جمود کو توڑے ابھی بہت کم مدت گزری ہے اگر اسے حرارت نہ ملی تو پھر جمود طاری ہوگا، اے مسیحوں کے مسیحا! اپنے کرم خاص سے زندگی کی بھیک دے دیں، میری تو دلی خواہش ہے کہ جلد سے جلد آپ کے پہلو میں مدفون ہو کر میٹھی میٹھی نیند سو جاؤں، مگر بوڑھے باپ کے کپکپاتے ہاتھوں نے مجھے جس خلوص سے سنوارا تھا اس کا تھوڑا سا صلہ پیش کر دوں پھر خود ہی خوشی خوشی چلا آؤں گا، اتنی سی بات ہی تو عرض کرنی تھی کر دیتے وہاں سائل کے لیے محرومی کہاں...... نہیں نہیں ان شکووں سے کوئی فائدہ نہیں، ہم ہی نادان تھے جو آپ کی میٹھی میٹھی باتوں میں آگئے اور آپ سے امیدیں وابستہ کرلیں کہ آنے والے وقت میں ہمارے حضرت نئی نسل کے نمائندہ ہوں گے، دعوتی سطح پر اہل سنت کو آگے بڑھائیں گے، ایک صدی سے چلے آرہے مدارس کے نظام میں سدھار لائیں گے، بڑی بڑی کانفرنس کر کے اہل سنت کا تعارف عالمی سطح پر کرائیں گے میڈیا میں پکڑ بنا کر تصوف کو فروغ دیں گے یہ کریں گے وہ کریں گے مگر ہم غلطی پر تھے، کتنے لوگ تھے جن کے ساتھ مل کر مستقبل کی پلاننگ کی، راتوں جاگے اور جگایا اور بھروسہ بھی دلایا کہ ہم قدم سے قدم ملا کر چلیں گے مگر افسوس آپ کی بھولی صورت، سحر آمیز مسکراہٹ، اصاغر نوازی، اخلاق حسن نے اس قدر مسحور کر دیا کہ ہم بھول گئے کہ آپ ایک روایت پسند مولانا بھی ہیں جو موقع پا کر وہ سب کچھ کر دیتے جس کی امید تک نہ ہو۔

اگر چھوڑ کر ہی جانا تھا تو اتنی محبت کیوں بانٹ گئے کہ ہمیں ایسی انسیت ہوگئی کہ خود کے بیٹے کی موت ہمیں اتنا نہ رلاتی جتنی آپ کی جدائی گراں گزر رہی ہے... ہاں آپ کی اس بے وفائی اور سنگ دلی سے ہم نے ایسا سبق سیکھا جسے ہم کبھی نہیں بھول سکتے کہ آئندہ کسی سے حد سے زیادہ امیدیں نہیں باندھنا ہے اور نہ کسی کے کارناموں پر تکیہ کر کے صرف ان کی تعریف کے پل باندھنے کی ضرورت ہے اس سے اچھا ہے کہ ہم خود اگر دین کے لیے کچھ کر سکتے ہیں تو کریں اور سرعت سے کریں تاکہ مستقبل میں اگر کوئی اور صدمہ دے تو اتنی تکلیف تو نہ ہو کہ معلوم ہو کہ پورا نشیمن خاکستر ہو گیا ہے اور یہ احساس گھر کر جائے کہ ہم سر عام لٹ گئے.... کیوں نہیں آپ کا شکوہ بھی بجا ہے اور ہمیں بھی اعتراف ہے اور باقاعدہ ہے ہم نے آپ کی قدر و قیمت کو نہ سمجھا جب بھی دیکھا تعصب سے دیکھا، آپ کی تحریک کو کچھ کا کچھ کہا، تحریر لکھی تو اسے سازش قرار دیا، ایسے ایسے ناموں سے یاد کیا کہ اب سوچتے ہیں تو شرم آتی ہے جتنا چاہا پریشان کیا... مگر چند نافہم لوگوں سے پریشان ہو کر اتنا بڑا فیصلہ لینا بھی تو کوئی کمال نہیں ہے۔ امام اعظم سے لیکر امام بخاری اور غزالی تک کی تاریخ میں ایسے حادثات بھرے ہیں یہ کوئی اپنی نوعیت کا نیا معاملہ تو تھا نہیں کہ صرف آپ کے ساتھ ہو رہا ہو پھر پوری قوم کو اس کی سزا کیوں دے گئے..

عثماں کے لعل! ہمیں شکایت ہے آپ سے نہ صرف ہمیں بلکہ جماعت اہل سنت کے ہر فرد کو، آپ کی اس خود غرضی سے کہ شاہ بغداد کے جوار میں جانے کا موقعہ ملا تو پوری قوم کو بھلا دیا اس کا جواب ہم ابھی لیں گے اور ابھی نہ ملا تو قیامت میں لیں گے نہ ہم آپ کو بھولیں گے اور نہ بھولنے دیں گے یہ شکوے نسلوں کو منتقل ہوں گے ہم بتائیں گے اپنے

بچوں کو کہ بیٹا مولانا اسید الحق جو بدایوں کے تھے ان کے جیسا عالم تو بننا مگر ان کی طرح قوم کو بلکتا چھوڑ کر ہزاروں دلوں کو مجروح کر کے شکوہ کا موقعہ مت دینا۔

محمد عابد چشتی: جامعہ حضرت نظام الدین اولیا ذاکر نگر نئی دہلی
abidanfasi@gmail.com

تین کلمات التحیات

مکرمی.................................سلام مسنون

حقیقتِ التحیات! محبوب خدا ﷺ جب شب معراج بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے تو بطور درباری آداب کے آپ نے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ (تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں) عرض کیا تھا اس کے جواب میں مولا تعالیٰ نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں) فرمایا۔ اب حضور نے اللہ تعالیٰ کے سلام کے جواب میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ (ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر) کہا تو اب ساتوں آسمان کے فرشتوں میں سے ہر ایک نے اور ساتوں آسمان سے اوپر رہنے والے فرشتوں میں سے ہر ایک نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں) کہا (نظام شریعت صفحہ ۱۸۰)۔

تین کے کلمات! (۱) رسول خدا نے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ کہا (۲) خدائے بزرگ و برتر نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ فرمایا، حضور نے جواباً اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہا تو (۳) ملائکہ میں سے ہر ایک نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پکارا۔ معلوم ہوا کہ التحیات کے بعض کلمات اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے ہیں اور بعض کلمات محبوب خدا ﷺ کے ہیں اور بعض فرشتوں کے۔

تین کلمات التحیات و تسلیمات! محبوب خدا نے تین کلمات عرض کئے تھے مولا تعالیٰ نے بھی جواب میں تین کلمات ارشاد فرمائے یعنی (۱) اَلتَّحِیَّاتُ کے جواب میں اَلسَّلَامُ فرمایا جو اس امت کے ساتھ مخصوص ہے سابقہ امتوں میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور (۲) اَلصَّلٰوتُ کے جواب میں رَحْمَۃُ اللّٰہِ فرمایا اور (۳) اَلطَّیِّبَاتُ کے جواب میں بَرَکَاتُہٗ فرمایا۔

نوٹ! نماز میں جب اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پڑھے تو بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کی نیت سے کہے اس ارادہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے سلام کی نقل کر رہا ہوں بلکہ ان کلمات کے کہنے سے پہلے محبوب خدا ﷺ کی صورت پاک کا دل میں تصور کرے پھر ان کی جانب متوجہ ہو کر بذریعہ ان کلمات کے خشوع و خضوع کے ساتھ سلام پیش کرے۔ علمائے اسلام فرماتے ہیں کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد اور انشاء ضروری ہے گویا اللہ عز و جل کے لئے تحیت کرتا ہے اور نبی ﷺ پر اور اپنے اوپر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے نہ یہ کہ واقعہ معراج کی حکایت مدنظر ہو (بہار شریعت حصہ سوم بحوالہ عالمگیر، در مختار)۔

امام اعظم کی حاضر جوابی! قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد اتنا پڑھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ درود شریف پڑھا بلکہ اس وجہ سے کہ تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہوگئی۔ اسی واسطے اگر اتنی دیر تک ساکت رہتا جب بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا جیسے قعدہ و رکوع و سجود قرآن شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے، حالانکہ وہ کلام الٰہی ہے۔ امام اعظم نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا حضور نے ارشاد فرمایا درود شریف پڑھنے والے پر تم نے کیوں سجدۂ سہو واجب بتایا۔ عرض کی اس لیے کہ اس نے بھول کر درود پڑھا حضور نے اس جواب کی تحسین فرمائی۔ (نظام شریعت ص ۲۷۸)

درود ابراہیمی! التحیات کے بعد درود ابراہیمی پڑھے۔ درود ابراہیمی میں صرف حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے دیگر انبیاء کرام کا نام ذکر نہیں کیا گیا ہے، اس لیے کہ معراج سے واپسی میں چونکہ آپ نے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ سے فرمایا تھا کہ اپنی امت سے میرا سلام فرمادیجیے گا، نظر بر آں اس نوازشِ بے کراں درود شریف میں ان کا نام پاک رکھ دیا گیا کہ امت اپنے محسن کی یاد سے نماز میں بھی غافل نہ رہے۔ دو سب سے عظیم و جلیل انبیائے کرام کا ذکر ہو گیا یعنی امام الانبیا سیدنا محمد رسول ﷺ اور ابو الانبیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو گویا سارے انبیاء و مرسلین کا ذکر جمیل ہو گیا۔

مفتی محمد علی قاضی ایم اے
خطیب مسجد منورہ، نوری فاؤنڈیشن بنگلور

☆☆☆☆

رودادِ چمن

جامعہ اشرفیہ میں مسابقۂ حفظِ حدیث

مدارس ہوں یا کالجز مسابقہ کی حیثیت دونوں جگہ مسلم ہے، جس سے طلبہ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو نکھار کر انھیں کسی قابل بنایا جاتا ہے، اس بار تنظیم افکارِ رضا کے بانی و سرپرست محمد اسلم آزاد مصباحی (اتر دیناج پور) اسکالر شعبۂ تحقیق فی الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی ان تھک کوششوں سے مسابقہ حفظ حدیث ہوا، جس سے طلبہ میں حدیث کے تئیں بیداری آئی۔ موجودہ حالات کے پیشِ نظر اس قسم کے پروگرام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کے موقر اساتذہ سے مشورہ کے بعد حسب ذیل آٹھ موضوعات کا انتخاب ہوا۔

(۱) حیاتِ نبی (۲) حاضر و ناظر (۳) علمِ غیب (۴) اختیارات و تصرفات (۵) توسل (۶) ایصالِ ثواب (۷) شفاعت (۸) بدعتِ حسنہ کا ثبوت۔

۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو اس کا پہلا ٹیسٹ ہوا جس میں ہر موضوع پر دو دو احادیث مع سند کے سنانے تھے جس میں درجہ اعدادیہ سے درجہ فضیلت تک کے کل ۱۱۵/ طلبہ نے شرکت کی، ممتحن حضرات مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا صدر الوریٰ قادری اور مولانا دستگیر عالم مصباحی اساتذۂ جامعہ اشرفیہ نے ان میں سے ۲۱/ طلبہ کو فائنل ٹیسٹ کے لیے چنا۔

فائنل ٹیسٹ میں ہر موضوع پر چار چار کل ۳۲/ احادیث مع سند و ترجمہ و تشریح سنانی تھی، اس لیے طلبہ کو بھرپور تیاری کا موقع دیا گیا اور ۱۰/ اپریل ۲۰۱۴ء کو فائنل ٹیسٹ کا پروگرام بنام مسابقۂ حفظ حدیث منعقد ہوا، جس میں مولانا صدر الوریٰ مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا خالد ایوب مصباحی اور مولانا حبیب اللہ ازہری مصباحی بحیثیت ممتحن موجود تھے۔ مسرت کی بات یہ ہے کہ رئیس القلم حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی بانی دار القلم نئی دہلی بطور مہمان خصوصی موجود تھے۔

قاری آزاد عالم جامعی کی تلاوتِ قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد ناظم مولانا غلام سرور نے یکے بعد دیگرے تمام شرکا کو مدعو کیا۔ محمد احتشام سادسہ، محمد عالمگیر سابعہ اور محمد جاوید عالم سادسہ نے بالترتیب اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کی جنھیں بطور انعام بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف مع ترجمہ دی گئی۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی نے بھی خوش ہو کر اپنی جانب سے نقد انعام دیا۔ مسابقہ کے بعد مولانا صدر الوریٰ مصباحی نے سیرتِ طیبہ پر پر مغز خطاب کیا اور علامہ یٰسین اختر مصباحی نے فتاویٰ رضویہ کے باریک گوشوں پر محققانہ گفتگو فرمائی اور آپ کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

مولانا اشرف رضا مصباحی، مولانا قاضی احمد مصباحی، محمد ممنون اور دیگر طلبہ کی کوششوں نے اس پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

اسلم آزاد مصباحی نے طلبہ کی آسانی کے لیے انھیں موضوعات پر ایک کتاب بنام "مصباح الاربعین" مع تخریج و ترجمہ تالیف کی، جو اہلِ علم کے درمیان کافی مقبول ہوئی۔

تنظیم افکارِ رضا اتر دیناج پور ایک متحرک و فعال تنظیم ہے جس کی بنیاد سن ۲۰۱۱ء میں رکھی گئی۔ شروع سے ہی یہ قوم کی خدمت میں مصروف ہے۔ محمد اسلم آزاد مصباحی نے اس تنظیم کے تحت ۲۰۱۳ء میں اسلام پور ضلع اتر دیناج پور میں درسِ نظامی کوچنگ سینٹر بھی قائم کیا ہے۔ طلبہ اس سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔

از: فاروق خاں مصباحی مہائی

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تقریب ختم بخاری شریف

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فضیلت کے طلبہ کے زیر اہتمام ختم بخاری شریف کی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ جس نورانی تقریب میں جملہ اساتذہ و طلبہ نے شرکت کر کے فیوض و برکات حاصل کی۔

مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ نے تقریب کو خطاب کرتے ہوئے جملہ طلبہ خاص کر فضیلت کے طلبہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج آپ سب کے لیے جامعہ کے اندر یہ آخری درس ہے، آپ نے مشفق اساتذہ سے جو علم حاصل کیا ہے اسی علم کے مطابق اپنی زندگی گذاریں، علم و عمل یہ دونوں لازم ملزوم ہیں، انھیں علما کی قدر و عزت ہوتی ہے جو باعمل ہوتے ہیں، آپ کو اس لیے علم نہیں دیا گیا کہ آپ پیسے اور دولت و ثروت کے پیچھے بھاگیں،

دنیا سایہ کی طرح ہے اگر آپ نے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو دنیا آپ کے پیچھے سایہ کی مانند ہوگی ۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی دین و دنیا دونوں سنوار دیتا ہے۔

مولانا برکاتی نے مزید کہا کہ در اصل اساتذہ کی اولادیں ان کی جانشین نہیں ہوتیں بلکہ ان کے شاگرد اور ان کے جانشین اصل ہوتے ہیں ، اپنے اساتذہ اور اپنے بزرگوں سے ہمیشہ رابطہ بنا رکھیں تاکہ ہمہ وقت آپ کی رہنمائی ہوتی رہے اور ان کا فیض بھی ملتا رہے ، جو کچھ ہمارے بزرگوں نے آپ کو امانتیں دی ہیں اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پوری دنیا اور امت مسلمہ کو فیضیاب اور روشن کرے۔ عیاں رہے کہ مولانا برکاتی نے ایک مشفق باپ کی طرح ناصحانہ تقریر کیں جس سے طلبہ کی آنکھیں نم اور پورے مجمع پر ایک گہری سکوت طاری دیکھنے کو ملی۔

مفتی نظام الدین صدر شعبہ افتا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے عظیم ترین کتاب روئے زمین پر امام بخاری کی بخاری شریف کو تسلیم کیا گیا ہے ، عہد صحابہ اور تابعین میں اگر کوئی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا تو لوگ اس کی جانب تو مبذول کر دیتے ۔ اور جب وضع کا فتنہ شروع ہوگیا تو محدثین و علمانے اسناد کی شرط لگادی۔ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک شخص کا سوال کہ قرآن کریم مخلوق ہے یا غیر مخلوق کے جواب میں امام بخاری نے کہا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور یہ غیر مخلوق اور قدیم ہے ، البتہ ہماری زبان سے جو تلاوت ہوتی ہے وہ اور ہمارے اعمال مخلوق ہیں۔ انھوں نے آگے کہا کہ جو بھی بات کہی جائے تحقیق کے ساتھ کہی جائے اگر چہ وہ بات کتنی ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔ اگر شریعت کے مطابق ہے تو اس کو ماننا ہے شخصیت کی بنیاد پر اس کو نہیں دیکھا جائے گا۔

علامہ عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے نہایت نصیحت آمیز خطاب فرمایا اور طلبہ کو تضیع اوقات سے بچنے اور پابندی صوم و صلوٰۃ کی تلقین کی۔

اخیر میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شیخ الحدیث علامہ عبد الشکور مصباحی نے ختم بخاری شریف کا درس دیا اور ساتھ ہی جامعہ کے جملہ اساتذہ طلبہ ملازمین و معاونین کے ساتھ عالم اسلام کے جملہ مومنین و مومنات کے عزت و آبرو کی حفاظت اور امن و شانتی کی رقت آمیز دعا کی۔

تقریب کا اختتام صلوٰۃ و سلام اور شیخ الجامعہ علامہ محمد احمد مصباحی نے دعا پر ہوا۔

تقریب کا آغاز مولانا محسن کو شامبی کی تلاوت قرآن سے ہوا بعدہ نعت و ترانہ پیش کیا گیا۔

اس موقع پر علامہ یٰسین اختر مصباحی ، مولانا ادریس بستوی ، نصیر ملت علامہ نصیر الدین مصباحی ، مولانا مبارک حسین مصباحی ، مولانا نفیس احمد مصباحی ، مولانا صدر الوریٰ مصباحی ، مولانا احمد رضا بڑے بابو ، مولانا اختر کمال ، مولانا اختر حسین فیضی ، مولانا ساجد علی مصباحی ، مفتی زاہد سلامی ، مولانا حسیب اختر مصباحی ، مولانا غلام دستگیر مصباحی اور مولانا غلام نبی وغیرہ کے علاوہ جملہ اساتذہ و طلبہ خاص طور سے موجود تھے۔

محمد رحمت اللہ مصباحی آفس انچارج تنظیم ابنائے اشرفیہ

☆☆☆

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں
سلطان پور میں

مولانا محمد ابوبکر صاحب

مدرسہ سراج العلوم لطیفیہ

نہال گڑھ ، جگدیش پور ، سلطان پور (یوپی)

بنارس میں

(۱)

جناب الحاج ابرار احمد صاحب

عزیزی جنرل اسٹور

متّصل جامعہ ہاسپیٹل ، پیلی کوٹھی ، بنارس (یوپی)

(۲)

ریحان سوٹ گھر

دوکان نمبر (۲۳) ، نئی سڑک

حافظ لنگڑے کی مسجد ، بنارس (یوپی)

بنارس اور اکبر پور میں دواھم سیمینار

بنارس میں یک روزہ سرکار آسی غازی پوری سیمینار

۱۰؍ مارچ ۲۰۱۴ء بروز پیر ” شاہ عبد العلیم آسی فاؤنڈیشن دہلی“ کے زیر اہتمام ” دارلعلوم طیبیہ معینیہ درگاہ شریف، منڈواڈیہ بنارس“ میں یک روزہ ”نیشنل سرکار آسی سیمینار“ منعقد ہوا، جس کی سرپرستی حضرت سید شاہ دانش علی سبز پوش رشیدی نائب متولی خانقاہ عالیہ رشیدیہ جون اور صدارت حضرت الشاہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رشیدیہ جون پور نے فرمائی۔

سیمینار دو نشستوں پر مشتمل رہا۔ نظامت کے فرائض مولانا مجیب الرحمٰن علیمی نے انجام دیے، پہلی نشست کا آغاز قاری محمد ساجد عالم رشیدی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد مولانا عسجد رضا مصباحی نے اپنی مترنم آواز میں کلام آسی پیش کیا اور مولانا سجاد عالم رشیدی (صدر: شاہ عبد العلیم آسی فاؤنڈیشن دہلی) کی طرف سے مولانا ذاکر حسین لطیفی (استاذ دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا) نے تحریری طور پر خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

صدر اجلاس صاحب سجادہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا: حضرت آسی غازی پوری عارف حق شاعر تھے۔ ان کی شاعری توحید و معرفت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ فنی اعتبار سے بھی دیکھیے تو ان کا معیار بہت بلند ہے۔ صاحب سجادہ نے مزید فرمایا کہ صوفیہ مختلف احوال و مقامات سے گزرتے ہیں، اس لیے ان کی شاعری کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ان کے احوال کو سمجھنا ہوگا۔ اسی طرح تصوف اور صوفیہ کی اپنی اصطلاحات ہیں اور وہ اپنی انہیں اصطلاحات میں گفتگو کرتے ہیں، اس لیے صوفیہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ان کے احوال اور اصطلاحات کو سمجھا جائے۔

علامہ محمد احمد مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے خانقاہ رشیدیہ کی علمی، روحانی اور تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی، پروفیسر سید شمیم الدین احمد منعمی زیب سجادہ خانقاہ منعمیہ، پٹنہ نے آسی علیہ الرحمہ کے تصورِ وحدۃ الوجود پر گفتگو کرتے ہوئے وحدۃ الوجود کے مختلف نکات کو علما و مشائخ کے سامنے رکھا اور انھیں دعوت فکر دی، انہوں نے کہا کہ آج وہ لوگ جو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتابوں کا ایک صفحہ بھی پڑھنے اور سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ شیخ اکبر کی فکر کا رد کرنے لگے ہیں اور ان کے نظریہ وحدۃ الوجود کو غیر اسلامی بتانے لگے ہیں۔

محقق عصر مفتی نظام الدین رضوی جامعہ اشرفیہ نے صوفیاے کرام کے اشعار و فرمودات میں موجود متشابہات پر مفید روشنی ڈالی اور مشائخ و علما کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ۔ پروفیسر جمال نصرت نے حضرت آسی کے جانشین و خلیفہ و صاحب سجادہ سید شاہ شاہد علی سبز پوش فانی گورکھ پوری کا معلوماتی تعارف پیش کیا۔

پہلی نشست کے اختتام پر مشائخ سلسلۂ رشیدیہ جون پور کی تین نادر و نایاب اور اہم کتابوں: صلاۃ طیبی موسوم بہ دینی احکام، کراماتِ فیاضی، معمولات قطب الاقطاب اور پروفیسر جمال نصرت کی کتاب ”رحمتیں“ کا رسم اجرا بھی صاحب سجادہ اور موجود علما و مشائخ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔

دوسری نشست میں سب سے پہلا مقالہ ڈاکٹر عاصم اعظمی نے پیش کیا، انھوں نے حضرت آسی علیہ الرحمہ کے عہد کے سیاسی، مذہبی اور سماجی حالات کی تفصیلات سے روشناس کرایا اور مفتی آل مصطفی مصباحی جامعہ امجدیہ، گھوسی نے حضرت آسی کے کچھ منتخب و متنازع اشعار کی شرعی توضیح و تشریح فرمائی۔

مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی نے حضرت آسی علیہ الرحمہ کی شاعری میں موجود فنا و بقا کو واضح کرتے ہوئے ان کی جہتیں متعیّن کیں، اس کے بعد مولانا عبد المبین نعمانی نے حضرت آسی علیہ الرحمہ کے کچھ مشکل المعنیٰ اشعار کی تشریح جو مختلف علما و مشائخ کی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں، اسے یکجا کرنے کی جانب ذمہ داران خانقاہ رشیدیہ کی توجہ دلائی۔ سیمینار کے اختتام پر مولانا تنویر ارشد رشیدی نے کلمات تشکر پیش کیا، صلاۃ و سلام کے بعد صاحب سجادہ کی دعاؤں پر سیمینار کا اختتام ہوا۔

یہ واضح رہے کہ حضرت آسی غازی پوری کی مختلف الجہات شخصیت پر ہندو بیرون ہند کے ارباب قلم کے کل ۷۷؍ علمی و ادبی اور فکری و تحقیقی مقالات و مضامین موصول ہوئے ہیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) پروفیسر سید محمد شمیم الدین احمد منعمی، پٹنہ (۲) مولانا محمد احمد مصباحی، مبارک پور (۳) پروفیسر سید طلحہ رضوی برق، پٹنہ (۴) مفتی مطیع الرحمن رضوی مضطر، بنگال (۵) پروفیسر جمال نصرت، لکھنؤ (۶) پروفیسر فاروق احمد صدیقی، مظفر پور (۷) مفتی نظام الدین رضوی مصباحی، مبارک پور (۸) مفتی معین الدین رضوی مصباحی، احمد آباد (۹) مولانا عبد المبین نعمانی، چریا کوٹ (۱۰) ڈاکٹر عاصم اعظمی، گھوسی (۱۱) ڈاکٹر سراج الدین اجملی، علی گڑھ (۱۲) پروفیسر ناصر الدین صدیقی، کراچی (۱۳) پروفیسر نظیر احمد صدیقی، اسلام آباد، پاکستان (۱۴) ڈاکٹر الیاس عشقی، حیدر آباد، پاکستان (۱۵) مفتی زبیر عالم صدیقی، پورنیہ (۱۶) مولانا نفیس احمد مصباحی، مبارکپور (۱۷) ڈاکٹر معید الرحمن، دہلی (۱۸) ڈاکٹر ڈین این چتر ویدی زاہد، بلیا (۱۹) مولانا سیف الدین شمسی، گھوسی (۲۰) مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی، محمد آباد گوہنہ (۲۱) مفتی آل مصطفی مصباحی، گھوسی (۲۲) مولانا ذاکر حسین لطیفی، سکندر پور (۲۳) مولانا اختر حسین فیضی، مبارک پور (۲۴) ڈاکٹر عبد الرشید ازہری، اعظم گڑھ (۲۵) ڈاکٹر ارشاد ساحل شہسرامی، بنگلور (۲۶) مولانا سید محمد فاروق رضوی، بنارس (۲۷) مولانا مرغوب حسن قادری، مئو (۲۸) ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی، کلکتہ (۲۹) ڈاکٹر اسلام اللہ رشیدی، راجستھان (۳۰) ڈاکٹر سید یحییٰ صبا، دہلی (۳۱) ڈاکٹر غلام آسی رشیدی، راجستھان (۳۲) مولانا ادریس رضوی، ممبئی (۳۳) ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، ممبئی (۳۴) مولانا فضیل احمد یاسینی، جبل پور (۳۵) مولانا مجیب الرحمن علیمی، الہ آباد (۳۶) مولانا منظر عقیل مصباحی، مبارک پور (۳۷) مولانا محمد معراج علی رشیدی، چمپارن (۳۸) ڈاکٹر منصور عالم فریدی، بنارس (۳۹) مولانا ذیشان احمد مصباحی، الہ آباد (۴۰) مولانا ارشاد عالم نعمانی، دہلی (۴۱) مولانا محمد زاہد حسین، بنارس (۴۲) مولانا صبغۃ اللہ رشیدی، پورنیہ (۴۳) مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی، احمد آباد (۴۴) مولانا الیاس عالم مصباحی، سکندر پور (۴۵) مولانا ریاض القادری، بنارس (۴۶) مولانا شبیہ القادری، سیوان (۴۷) مولانا جہاں گیر حسن مصباحی، دہلی (۴۸) مولانا عبد الغفار اعظمی، سکندر پور (۴۹) مفتی شہاب الدین اشرفی، کچھوچھہ (۵۰) مولانا نور الزماں مصباحی، کٹیہار (۵۱) مفتی شبیر عالم مصباحی، گجرات، (۵۲) مولانا نذر الباری اشرفی، کچھوچھہ (۵۳) مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی، مبارک پور (۵۴) مولانا نور عالم نوری، بنارس (۵۵) مولانا تنویر ارشد رشیدی، پورنیہ (۵۶) مولانا اشرف الکوثر مصباحی (۵۷) مولانا شاکر حسین اصغر رضوی، پورنیہ (۵۸) ڈاکٹر ارمان احمد رشیدی، بنارس (۵۹) مولانا منیر نظامی قادری، بنارس (۶۰) مولانا شوکت علی سعیدی، دہلی (۶۱) مولانا ثاقب رضا عبیدی، بنارس (۶۲) امتیاز اختر، دہلی (۶۳) ڈاکٹر ریحان اسراری، مئو (۶۴) مولانا امام الدین سعیدی، الہ آباد، (۶۵) مولانا طفیل احمد مصباحی، مبارک پور (۶۶) مولانا شہروز عالم مصباحی، دہلی (۶۷) مولانا حیدر رضا مصباحی، علی گڑھ (۶۸) مفتی فضل حق مصباحی، بنارس (۶۹) مولانا ثناء اللہ اطہر مصباحی، مظفر پور (۷۰) مولانا نوشاد احمد، غازی پور (۷۱) مولانا ابرار رضا مصباحی، دہلی (۷۲) ڈاکٹر نوشاد احمد، سون بھدر (۷۳) حافظ اسماعیل رشیدی، ناسک (۷۴) مولانا عقیل احمد رشیدی مصباحی (۷۵) مفتی آفتاب رشک مصباحی، الہ آباد (۷۶) مولانا ارشاد احمد اشرفی، بنارس (۷۷) مولانا شمیم مصطفی مصباحی، دہلی۔

نوٹ: مقالات کی کمپوزنگ اور ترتیب و تدوین کا کام تیزی سے جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی دستاویزی شکل میں یہ اشاعت پذیر ہو کر منظر عام پر آرہا ہے۔

رپورٹ: آفس شاہ عبد العلیم آسی فائونڈیشن، پل پہلادپور، نئی دہلی ۴۴

مدرسہ نثار العلوم میں یک روزہ سیمینار و سلطان الہند کانفرنس

فارغینِ مدارس میں داعیانہ فکر و کردار: ضرورت اور اس کے تقاضے۔

مدرسہ نثار العلوم شہزاد پور، اکبر پور ضلع امبیڈکر نگر، کا قیام ایک صدی پیش تر ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں ابتدائی دینی تعلیم کے لیے بشکل مکتب ہوا تھا۔ قیام کو ایک سو سال مکمل ہونے کی خوشی میں ۲۹/ اپریل ۲۰۱۴ء کو ایک عظیم الشان جشن صد سالہ منایا گیا، جس کی تقریبات میں سب سے اہم سیمینار کا پروگرام تھا جو بعد نمازِ ظہر تا عصر ایک نشست میں منعقد ہوا، سیمینار کا عنوان تھا "فارغینِ مدارس میں داعیانہ فکر و کردار: ضرورت اور اس کے تقاضے۔" جس پر تقریباً ۲/ مہینے پیش تر اہلِ قلم و اربابِ فکر و نظر اپنے افکار و آرا ارسال کرنے کی زحمت دی گئی تھی، جس میں سے ۲۵/ حضرات نے سیمینار کے لیے اپنے قیمتی مقالات عطا فرمائے، جن کے صفحات کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے، ان تمام مقالات کا خلاصہ مدرسہ کے استاذ مولانا محمد رضوان نے تیار کیا

اور سیمینار میں تلاوت و نعت کے بعد پڑھ کر سنایا اس کے بعد پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبہ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی، دہلی اور عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی رئیس الاساتذہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور مبارک پور اعظم گڑھ نے توسیعی خطاب فرمایا، انجم مصباحی نے نصاب تعلیم کے بنیادی مقصد پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے مدارس کے مروجہ نصاب تعلیم کا بھرپور تجزیہ فرمایا اور بتایا کہ بروقت مدارس کا نصاب تین قسم کے علوم پر مشتمل ہے۔(۱)علوم دینیہ (۲)علوم ادبیہ (۳) علوم عقلیہ اور مدارس کا نظام ان علوم کی تدریس تک منحصر ہے، جب کہ مدارس کے علما و فضلا نائب رسول ہیں اور رسول اعظم ﷺ کی بعثت کے ۳ر مقاصد بیان کیے گئے ہیں:

(۱) دعوت الی اللہ (۲) تزکیۂ نفس (۳) تعلیم کتاب و حکمت۔

تو ہمارے مدارس میں صرف آخری مقصد یعنی تعلیم و حکمت ہی رائج ہے۔ دعوت الی اللہ اور تزکیۂ نفس پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور وراثت نبوی کا حق اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم تینوں مقاصد پر توجہ نہ دیں۔

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی نے اپنے آخری خطاب میں اساتذہ اور علما کو بیش قیمت نصیحتوں سے نوازا اور ان کی ذمہ داریوں کے تعلق سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ تعلیم و تدریس اور تربیت کے حوالے سے یہ حضرات اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ اپنی تن آسانی و عیش پسندی، نیز تنگ نظری چھوڑ کر دیانت داری اور ہمت و حوصلہ خود بھی پیدا کریں اور طلبہ کے اندر بھی انھیں جذبات کو منتقل کریں تبھی دعوت جیسا مشکل اور صبر آزما کام ہو سکتا ہے۔

سیمینار کے اخیر میں مدرسہ کے سابق پرنسپل حضرت مولانا عبید الرحمٰن منظری نے شرکائے سیمینار کا تعارف پیش کیا اور مقصد سیمینار کے حوالے سے واضح گفتگو پیش فرمائی اس کے بعد مدرسہ کے پرنسپل مولانا محمد شمس الدین نظامی مصباحی نے تمام مہمانوں اور مقالہ نگاروں کو ہدیۂ تشکر پیش کیا۔ صلاۃ و سلام اور دعا پر سیمینار کا اختتام ہوا۔

سیمینار میں مولانا مسعود احمد برکاتی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا صدر الوریٰ مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا دستگیر عالم مصباحی، مولانا عارف اللہ فیضی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا محمد انجم مصباحی، مولانا عماد الدین مصباحی، مولانا محمد فہیم ازہری، مولانا محمد رضی رضوی، مولانا محمد شمشاد عالم مصباحی، مولانا عبد اللہ اشرفی اور دیگر کثیر علمائے کرام موجود تھے۔

اسی شب میں بعد نماز عشا سلطان الہند کانفرنس و جلسۂ دستار بندی کا انعقاد ہوا خصوصی خطاب مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن کا ہوا جس میں آپ نے اسلام اور فروغ علم کے حوالے سے بڑی قیمتی اور معلومات افزا گفتگو فرمائی اور بتایا کہ مسلمانوں کا جب تک اپنی کتاب ہدایت (قرآن) سے رشتہ مضبوط رہا، مسلمان ہر میدان میں فتح و کامرانی کے جھنڈے نصب کرتے رہے اور جب سے قرآن سے ہمارا تعلق کمزور ہو گیا اور علم قرآن سے دوری ہو گئی، ذلت و خواری اور محکومی ہمارے گلے کا طوق بن گئی۔

یہ مدارس اور قوم کے غریبوں کا احسان ہے کہ اسلام کی کشتی ساحل کی طرف رواں دواں ہے، قوم کے سرمایہ دار طبقہ کو بھی دینی تعلیم کے تعلق سے بیدار ہو کر اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے کے لیے قدم اٹھانا چاہیے، اگر ان غریب مدارس میں پڑھانا اپنی کسر شان سمجھتے ہوں تو اپنے معیار کے مطابق مدرسے قائم کر لینا چاہیے۔

مفکر اسلام کے خطاب کے بعد مدرسہ کے ۲۵ر فارغین طلبہ کی دستار بندی کی گئی اور صلاۃ و سلام کے بعد مولانا محی الدین احمد ہشام جعفری کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

از: مدرسہ نثار العلوم شہزاد پور، اکبر پور، امبیڈکر نگر

☆☆☆☆☆

ہوڑہ میں
ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں
عزیزی کوریر اینڈ کارگو سروس
256/B/1 Belailes Road
ہوڑہ۔(۱) مغربی بنگال

خیر و خبر

دعوتِ اسلامی مبارک پور کا ایک روزہ انیسواں اجتماع

تحریک دعوت اسلامی عوام اہل سنت کو گمراہیت سے بچاتی اور ہمارے ایمان و عقیدہ کی حفاظت کرتی ہے، دعوت اسلامی غیر سیاسی تحریک ہے، ہمارے مبلغین جدو جہد کر کے گاؤں گاؤں جاکر عوام اہل سنت کو اسلام و سنت کی دعوت دیتے ہیں اور سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ مذکورہ خیالات کا اظہار سرپرست دعوت اسلامی ناگپور مفتی عبدالحلیم نے تبلیغ قرآن و سنت کی عالم گیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی حلقہ مبارک پور کے زیر اہتمام علی نگر چوراہا مبارک پور میں منعقدہ سنتوں بھرا ایک روزہ عظیم الشان اجتماع پاک سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مفتی موصوف نے مزید کہا کہ اے لوگو اگر آپ چاہتے ہو کہ ہماری دنیا و آخرت دونوں سنور جائے تو نبی کی سنتوں پر عمل پیرا ہو جاؤ، پیارے آقا ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلو، مغربی تہذیب و تمدن کے رنگ وروغن کو بھول کر اسلامی شعار کو اپنا لو خدا کا خوف دل میں بسا لو شریعت مصطفےٰ کا پیرو کار بن جاؤ تمھاری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت میں بھی کامیاب و کامراں رہو گے۔

واضح رہے کہ دعوت اسلامی کا یہ اجتماع پاک تین نشستوں میں ہوا پہلی نشست کا آغاز بعد نماز عصر حافظ انوار احمد کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا، حافظ رفیع احمد، افروز احمد مبلغ، اور قاری محمد اشرف مبلغ نے بارگاہ رسالت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ پھر قاری محمد اعظم مبلغ، مولانا محمد رضا مبارک پوری نے نماز کے فضائل وفوائد اور اس کی افادیت و اہمیت کے موضوع پر عوام سے خطاب کیا۔ مولانا شفیق الرحمٰن مصباحی اور مولانا عبد المبین نعمانی چڑیاکوٹ مئو نے دعوت اسلامی کا تعارف کراتے ہوئے دینی کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کی اور کہا کہ اگر آپ دینی کتابوں کے مطالعہ کی عادت ڈال لیتے ہیں تو آپ کے پاس دینی معلومات کا ذخیرہ بھی اکٹھا ہو جائے گا اور تضییع اوقات سے بھی بچ جائیں گے۔ اور مزید آپ ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔ تیسری نشست کی ابتدا عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد ہوئی۔ مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مولانا نعیم الدین عزیزی استاذ جامعہ اشرفیہ، مولانا شمس الہدیٰ مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ کا پر مغز خطاب ہوا جملہ خطبا نے عالمی تحریک دعوت اسلامی کی کارکردگیوں کو سراہتے ہوئے عوام سے صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور سیرت پاک ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ مولانا مبارک حسین مصباحی نے کہا کہ دعوت اسلامی کے افراد جو دین و شریعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں انھیں فراموش نہیں کیا جاسکتا دعوت اسلامی کے افراد گاؤں گاؤں اور شہر شہر جاکر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور انھیں صوم و صلوٰۃ اور طہارت سے متعلق مسائل بیان کر کے نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین کرتے ہیں یہ بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اسلام کی دعوت دینا تو ہمارے آقا سرور کائنات ﷺ کی سنت ہے اور یہ دعوت اسلامی کے افراد اس پر عمل پیرا ہیں، لوگوں کو برے فعل کے انجام دینے سے منحرف کر کے اچھے فعل کے کرنے کی طرف راغب کرنا اور انھیں راہ راست پر لانا کار ثواب ہے۔ مولانا نعیم الدین عزیزی نے کہا کہ جو بگڑے ہوؤں کو راہ راست پر لادے اس تحریک کا نام دعوت اسلامی ہے، جو جاہل کو عالم بنادے اس تحریک کا نام دعوت اسلامی ہے، جو گم گشتۂ راہ کو صراط مستقیم پر لا کھڑا کر دے اس تحریک کا نام دعوت اسلامی ہے، جو آپ کے دل و دماغ سے برائیوں کو نکال کر اچھی باتوں کو بھر دے اس تحریک کا نام دعوت اسلامی ہے، جو غیر اسلامی کلچر کو ہٹا کر اسلامی تہذیب و تمدن کا رنگ چڑھادے اس تحریک کا نام دعوت اسلامی ہے۔ مولانا شمس الہدیٰ مصباحی نے کہا کہ کسی کی خامیوں پر نظر رکھنے کے ساتھ اس کی اچھائیوں کو بھی سراہنے کی ضرورت ہے آج کل لوگ کسی کی برائیوں پر پہلے نگاہ رکھتے ہیں مگر اس کی اچھائیوں کو چھپا دیتے ہیں یہ غیر مناسب طریقہ ہے۔ انھوں نے قرآن پاک اور احادیث رسول پیش کر کے لوگوں کو تفصیلاً سمجھایا کہ شریعت محمدی پر عمل کرنے سے ہی تمہیں کامیابی و کامرانی حاصل ہو سکتی ہے، اور اسی کے ذریعہ تم دونوں جہاں کی سرخروئی حاصل کر سکتے ہو۔

اس کانفرنس میں سوال و جواب کا سلسلہ بھی چلا اور عوام اہل سنت کے سوالات مولانا محبوب عزیزی نے یکے بعد دیگرے پڑھ پڑھ کر سنائے جس کے تشفی بخش جوابات مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ و مفتی دار الافتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے دیے۔ یہ پروگرام تقریباً ڈیڑھ بجے رات تک جاری رہا اخیر میں ذکر و اذکار، صلوۃ و سلام اور مفتی عبد الحلیم

ناگپوری کی رقت آمیز دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

پروگرام کی صدارت شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ علامہ عبد الشکور مصباحی اور نظامت مبلغ دعوت اسلامی مولانا محبوب عزیزی نے کی۔

از: محمد رحمت اللہ مصباحی آفس انچارج تنظیم ابنائے اشرفیہ

جامعہ البرکات علی گڑھ میں "البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ" کا قیام

بحمدہ تعالیٰ خاندان برکات کے زیر سرپرسی شروع ہونے والے ادارہ "البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ" کے لئے طلبہ کے انتخاب کی مہم پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جامعہ البرکات کے زیر نگرانی چلنے والے اس ادارے کو اہل سنت و جماعت میں کئی جہتوں سے منفرد مقام حاصل ہوگا۔ اس ادارہ کا اولین مقصد مدارس اسلامیہ سے فارغ التحصیل علماء کی شخصیت سازی اور ان کو ان تمام ضروری علوم وفنون سے آشنائی کرانا ہے جو چیزیں آج کے اس جدید دور میں تبلیغ اسلام کے لیے معاون ہیں۔ اس ادارے کے اور بھی کئی اہم مقاصد ہیں جیسے اسلامی موضوعات پر ریسرچ کرانا، مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور ائمۂ مساجد کے لیے تربیتی پروگرام منعقد کرانا، یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلبہ کے لیے فاصلاتی کورس کا انعقاد، اسکولی طلبہ کے لیے سمر کیمپ اور اسلامک ویب سائٹ کا قیام۔ سب سے پہلا جو پروگرام ادارے نے شروع کیا ہے وہ دو سالہ "ڈپلوما ان اسلامک اسٹڈیز اینڈ پرسنالٹی ڈیولپمنٹ" ہے۔ اس کورس کے لیے ادارے کے ذمہ داران نے پہلے اہل سنت کے متعدد مدارس سے رابطہ قائم کیا اس کے بعد مولانا نعمان احمد ازہری نے مختلف مدارس کا دورہ کر کے طلبہ و اساتذہ کو اس کورس سے روشناس کرایا اور اس کی افادیت پہ روشنی ڈالی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ نے البرکات کی اس کاوش کو سراہتے ہوئے نہ صرف اظہار مسرت کیا بلکہ صدق دل کے ساتھ ہماری اس دعوت پر لبیک کہا۔

۱۹/ اپریل ۲۰۱۴ بروز سنیچر ۱۴۸/ طلبۂ فضیلت نے اس مقابلہ جاتی تحریری امتحان میں حصہ لیا۔ اس کے بعد فوری طور پر ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی کے زیر نگرانی ۸/ علمائے کرام نے امتحان کی کاپیوں کو جانچنے کا فریضہ انجام دیا اور اگلے دن ۴۵/ منتخب طلبہ کو انٹرویو کے لیے بلایا گیا۔ دوسرے روز ان کامیاب طلبہ سے حضرت شرف ملت سید محمد اشرف میاں مدظلہٗ العالی کی سرپرستی میں ۶/ رکنی بورڈ نے انٹرویو کا سلسلہ شروع کیا جس میں جناب ڈاکٹر سید علیم اشرف (استاد شعبۂ عربی، مولانا آزاد یونیورسٹی، حیدرآباد)، جناب مولانا نفیس احمد مصباحی (استاد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ) مولانا منظر الاسلام ازہری (امریکہ)، مولانا ڈاکٹر سجاد مصباحی (استاد، شعبہ تاریخ، پریسڈینشیل یونیورسٹی کولکاتا)، ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی (جوائنٹ سکریٹری، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ) اور ڈاکٹر فہیم عثمان صدیقی (کوآرڈینیٹر، البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز) شامل تھے۔

اس انٹرویو میں خاص طور سے عربی، اسلامی و درس نظامی کی معلومات، سماجیات، معلومات عامہ اور انگریزی کے حوالے سے سوالات پوچھے گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ فیصلہ میں طلبہ کی دیگر صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا گیا۔ تقریباً ۱۰/ گھنٹے کی انٹرویو کی اس کارروائی کے بعد تحریری امتحان اور انٹرویو کے مجموعی نمبروں کے پیش نظر ۴۵/ طلبہ میں سے ۱۸/ طلبہ کا انتخاب ہوا۔ جن کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں۔

(۱) احمد شکیل رضا (۲) ریاض الدین (۳) ساجد عالم (۴) عبد الباری (۵) غلام دستگیر جیلانی (۶) محمد ابرار (۷) محمد احسان الحق (۸) محمد جاوید خان (۹) محمد حسن (۱۰) محمد دلشاد احمد (۱۱) محمد رضاء الحق (۱۲) محمد سلمان رضا (۱۳) محمد شاہد رضا (۱۴) محمد طاہر رضا (۱۵) محمد فیضان (۱۶) محمد قمر رضا (۱۷) محمد مدثر (۱۸) محمد محسن

اس مقابلہ میں مندرجہ ذیل مدارس نے حصہ لیا:

جامعہ اسلامیہ روناہی - فیض آباد، جامع اشرف کچھوچھہ شریف - امبیڈکر نگر، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، جامعۃ الرضا - بریلی، جامعہ علیمیہ جمداشاہی - بستی، جامعہ منظر اسلام - بریلی، جامعہ امجدیہ رضویہ - گھوسی، جامعہ نوریہ رضویہ - بریلی۔

انشاء اللہ تعالیٰ شوال المکرم سے یہ طلبہ اپنے اس دو سالہ کورس سے استفادہ کرنے کے لیے البرکات میں مقیم ہوں گے۔ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے ان طلبہ کو قیام و طعام کی سہولتوں کے علاوہ یونیفارم اور ماہانہ وظیفہ بھی پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفی ﷺ کے صدقے میں ہمارے اس نیک منصوبے کو کامیابی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

از: سید محمد امان قادری

ڈائرکٹر - البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ

پھپھوند شریف میں عرس حافظ بخاری

۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ اپریل کو آستانہ عالیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف میں عرس حافظ بخاری کا انعقاد تزک واحتشام کے ساتھ ہوا۔ عرس کے معمولات سابقہ روایات کے مطابق انجام پائے، عرس کے دوسرے اور تیسرے دن محفل مسائل شرعیہ کا انعقاد ہوا، جس میں زائرین کے فقہی سوالات کے جوابات جامعہ صمدیہ کے شیخ الحدیث و صدر المدرسین حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی نے دیے۔ ۱۸/ جمادی الآخرہ کو بعد نماز ظہر جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف کے فارغین کی دستار بندی کا پروگرام منعقد ہوا، اسی اجلاس عام میں ملک کے معروف اور معتمد و مستند مفتی حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو ان کی ہمہ جہت علمی وفقہی خدمات کے اعتراف میں انجمن چشتیہ صمدیہ مصباحیہ پھپھوند شریف کی جانب سے "قبلہ عالم ایوارڈ" پیش کیا گیا۔ اس پروقار تقریب میں علامہ صدر الوریٰ مصباحی، مفتی زاہد علی سلامی اساتذہ اشرفیہ خاص طور سے شریک ہوئے۔ جامعہ صمدیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا سید انور میاں چشتی سربراہ اعلیٰ جامعہ صمدیہ و جنرل سکریٹری انجمن چشتیہ صمدیہ مصباحیہ نے مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا جانے والا سپاس نامہ پڑھ کر سنایا۔ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ صمدیہ مولانا سید محمد اختر میاں چشتی دام ظلہ کے مبارک ہاتھوں قبلہ عالم ایوارڈ توصیف نامہ، شیلڈ اور مبلغ سترہ ہزار روپے حضرت مفتی نظام الدین رضوی کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ واضح رہے کہ انجمن چشتیہ صمدیہ مصباحیہ ہر پانچ سال پر جماعت اہل سنت کے کسی معتمد اور متبحر عالم دین کی خدمت میں قبلہ عالم ایوارڈ پیش کرتی ہے۔ یہ ایوارڈ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ایوارڈ پیش کیے جانے سے قبل انجمن کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد انور چشتی نے الجامعۃ الاشرفیہ کی ہمہ گیر خدمات پر اور علماے اشرفیہ کی دینی وعلمی خدمات کو سراہا اور الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی نے آستانہ عالیہ صمدیہ کے شہزادگان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایوارڈ در حقیقت اس علم کے اعزاز میں ہے جس کی میں خدمت کر رہا ہوں۔ جو بھی علم دین کی خدمت انجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عظمت وشرافت سے نوازتا ہے یہ ایوارڈ بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ حضرت مولانا صدر الوریٰ مصباحی اور حضرت مفتی زاہد علی سلامی نے بھی اپنے تاثرات پیش کیے۔

اس موقع پر جامعہ صمدیہ کے کل ۴۹/ فارغین کے سروں پر دستار باندھی گئی، تربیت افتا سے ۶، فضیلت سے ۲، عالمیت سے ۸، حفظ سے ۱۸، اور شعبہ قراءت سے ۱۵ طلبہ فارغ ہوئے۔ جلسہ دستار بندی میں حضرت مولانا سید مظہر میاں چشتی، مولانا سید اظہر میاں چشتی مفتی سید اطہر میاں چشتی، حضرت حافظ وقاری سید منظر میاں چشتی اور جامعہ صمدیہ کے شیخ الحدیث مفتی انفاس الحسن چشتی، مولانا اقبال قادری لکھنو اور متعدّد دیگر علما شریک ہوئے۔

محمد ساجد رضا مصباحی
جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

اعلان داخلہ جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف

جامعہ احسن البرکات، خانقاہ برکاتیہ کے زیر اہتمام اور حضور امین ملت و رفیق ملت مد ظلہما العالی کے زیر سرپرستی چلنے والا مغربی اتر پردیش کا ایسا ادارہ ہے جس نے صرف دو سال کی قلیل مدت میں نمایاں کار کردگی پیش کی ہے، خانوادۂ برکات کی محبتوں اور باصلاحیت، مشاق اور تجربہ کار اساتذہ کی نگرانی میں یہ ادارہ جدید نافع اور قدیم صالح کا علمبردار ہے۔ درس نظامی کے علاوہ طلبہ کی خفیہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے مختلف مقابلہ جاتی پروگراموں میں شرکت، روحانی تربیت اور جسمانی توانائی کے لئے ورزش وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں جو جامعہ کو دیگر مدارس سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس سال درج ذیل شعبہ جات میں درخواست مطلوب ہیں۔

☆ اعدادیہ-تا-رابعہ ☆ دو سالہ قرأت حفص کورس (عالمیت یا تکمیل حفظ کی شرط پر داخلہ ہوگا) ☆ درجۂ حفظ۔

داخلہ ٹیسٹ کے بعد ہوگا۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

درخواست جمع کرنے کی آخری تاریخ : ۸/ اگست ۲۰۱۴ء
تحریری امتحان کی تاریخ : ۱۰/ اگست ۲۰۱۴ء
انٹرویو کی تاریخ : ۱۰/ اگست ۲۰۱۴ء (بعد نماز ظہر)

منجانب: جامعہ احسن البرکات، بڑی سرکار، مارہرہ شریف، ضلع ایٹہ - ۲۰۷۴۰۱ (یو۔پی)

نوٹ: امیدوار اپنی درخواستیں بذریعہ ڈاک یا ای۔میل ارسال کریں۔ Email: ahsanulbarkaat@gmail.com

عالمیت پاس طلبہ جو دو سالہ قراءت کورس میں منتخب ہوں گے انہیں ماہانہ وظیفہ بھی پیش کیا جائے گا۔

☆☆☆